

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	راقم	صفحہ
(۱)	اصلاح شین پریس	مدیر	۱
(۲)	معلم اخلاق رسولؐ کی تصویر	جناب ع - ج	۲
(۳)	حضرت امام جعفر صادقؑ	"	۵
(۴)	مفصل فہرست انصار اصلاح شین پریس	مدیر	۹
(۵)	آڈیٹور انجم کو سوال الغام	جناب ع - ج	۱۵
(۶)	جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ	جناب نشی غلام علی خان صاحب کڈلو	۱۷
(۷)	سوالات انجم کا جواب	جناب بشر محمد سعید صاحب سابق نشی	۲۴
(۸)	المحدث اور عرادی	جناب ع - ج	۲۲
(۹)	تحفہ مومنات	منقول	۲۹

انصار اصلاح | ہم اس دفعہ انصار اصلاح کی فہرست شائع کرنے میں بہت شرمندہ ہو رہے ہیں جن حضرات کے اسماء گرامی شائع ہو سکے بعد صرف تین حضرات (۱۹) جناب بیہ نورج صاحب سلوڈار اور پورا، جناب ملک العلماء مولوی فیض محمد خالصا کھیاں ضلع جھلم اور (۲۱) جناب سید مبارک صاحب دم مزار جناب شہید ملت رضی اللہ عنہ اگر دے خریدار اصلاح حسیا فرمایا خدا ان حضرت کو جزا خیر کے سوا سوال یہ ہے کہ جناب جناب احمدیہ امرتسور سالانہ انجم بکھنو کو ہر ماہ بکثرت جدید خریداریوں اور آپکے اصلاح کو صرف تین خریدار تو اس صورت میں رسالہ اصلاح کیونکر زندہ رہ سکتا اور کس طرح خالصین کے حلوں کا دفاع کر سکتا ہے؟ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ آپ کے مذہب جس طرح جو اعتراض ہوتا ہے اس کا اصلاح اس کی تحقیقی جواب دین کی حمایت کر رہا ہے۔ پھر بھی یہ جدید خریداریوں کے لئے برابر فریادی کرنا ہی تو اختیار کیا کہ کس قدر غلط کر رہے۔ اس فوسل یہ دفعہ است بھی برابر صلہ صحرا ثابت ہوتی ہے۔ بار بار اعلان کیا گیا کہ ۲۹ بجری کا چندہ۔ اس کو دی بی کا انتظار نہ کریں۔ اس میں آپکا شدید نقصان اور دفتر کی نہایت نقصانی ہوتی ہے۔ بلکہ بدیعہ بی انڈیا رسالہ فرمائیں۔ ہر سال متعدد دی بی کی رقم بھی ہوجاتے ہیں کہ آپ نے یہ

اصلاح مشین پریش

کے متعلق کوئی جدید خبر نہیں ہے۔ مشین یہاں کر بیکار بڑی ہوئی ہے۔ ابھی تک بڑے پتھر دوں کا سامان نہیں ہوا۔ کوشش ہو رہی ہے کہ وہ جلد آجائیں اس لئے کہ اصلاح سروسٹ دستی پریس پر ایک دفعہ صرف ۱۴ صفحہ چھپتا ہے تو ۴۴ صفحہ کیلئے پتھر چھوٹے اور دستی پریس ہونے کی وجہ سے ہلکے ہوتے ہیں مگر مشین پریس پر ایک دفعہ ۱۶ صفحہ چھپے گا۔ اس وجہ سے اس کے پتھر بڑے اور دزنی مطلوب ہیں۔ مگر ان کے فطر اور مشین میں نے موجودہ پتھر دوں کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو مشین پریس پر ایک ہی دفعہ میں ٹوٹ ٹوٹ جائیں گے۔ غرض اگر آپ حضرات مشین پریس کو جلد چلانا پسند کرتے ہیں تو جس طرح خدا کے فضل و کرم سے اپنے مذہب کی حایت میں ۲۴۹۲ روپیہ جمع کر کے مشین پریس کا سامان کر دیا اسی طرح پانچ سو روپیہ کا انتظام کر کے بڑے پتھر بھی منگادیں جناب جی صاحب مشین پریس کی آخری رقم ہمارے پاس بھیجتے ہوئے اپنی جان بخشی پر کہتے سے شکر یہ ادا کر کے گویا اس نعمت سے سبکدوش ہو گئے۔ مگر ہماری طرح ناظرین بھی غالباً یہی خیال کریں کہ مددح ایسا متبرک بار امانت اٹھائیے لاشکریں سے لیگا۔ لہذا مددح اس بقیہ پانچ سو روپیہ کی رقم بھی جمع کرنے کی زحمت گوار فرما کر شکر گزار کر نیچے اور اس درخواست کی منظوری کی امید میں قدردانانہ اصلاح سے التماس ہے کہ تین تین جدید خریداروں سے چندہ اصلاح لکھ کر وصول فرما کر جناب جی سید جلال الدین حیدر خان

ایم۔ اے خیر جو ہاؤں سیو کالج اجمیر کے نام روانہ فرمادیں۔

معلم اخلاق رسول کی تصویر

خداوند عالم حضرت رسول خدا صلعم کے خلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّكَ تَعَلٰی خَلْقًا عَظِيْمًا یعنی اے رسول تم بہت بڑے خلق پر فائز ہو اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاٰمِلِيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰٰیٰتِہٖ وَيُزَكِّيْہُمْ وَلِيُعَلِّمَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی وہ خدا البسا ہے جس نے اسی لوگوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر ان پر مبعوث کیا جو ان پر خدا کی آیات کو تلاوت کرتا اور ان کے اخلاق کو درست کرتا اور ان کو کتابِ حکمت کی تعلیم دیتا (سورہ جمہ، پارہ ۲۸) غرض خداوند عالم نے حضرت رسول خدا صلعم کو بہت بڑا اخلاق، تہذیب، آداب کا سکھلایا اور بتایا ہے۔ لیکن احادیث حضرات اہلسنت میں اس معلم اخلاق کی تصویر کس طرح کینچی گئی ہے۔ وہ ذیل کی عبارتوں سے ظاہر ہوگی جناب مولوی وحید الزماں خان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں۔ "اُسْتُكِنَ اِنَّ اَبْنَاءَ الْاَيُّتِ الْاَبَاطِلِ اسودا حضرت کو شعریں سنارے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کے آپ نے فرمایا چپ رہ عمر لغو باتوں کو پسند نہیں کرتا" (انوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۵۷) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ خود لغو اشعار و چسپی سے متنہ رہے تھے جب حضرت عمرؓ نے ترہ حضرت نے روکا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا ردِ حضرت رسول خدا صلعم سے بڑھا ہوا تھا کہ آنحضرتؐ تو لغو اشعار پسند کرتے مگر حضرت عمرؓ ناپسند کرتے اور ہر مذہب شخص ہی کی ہنگام کہ جو شخص لغو اشعار سننا پسند کرے وہ بُرا ہے۔

یہ نئی کتابوں کو چھوڑ دیئے۔ اس زمانہ میں جو کتابیں مذہب اور بردن خیال حضرات لکھتے ہیں وہ بھی آنحضرتؐ کی تہذیب و آداب و اخلاق کی جو تصویر پہنچتے ہیں اس سے روح رسول صلعم کی جو حالت ہوتی ہوگی کوئی بیان نہیں کر سکتا شمس العمار حافظ مولوی ڈی بی نذیر احمد صاحب لوی لکھتے ہیں "ایک مرتبہ عید کے موقع پر حبشیوں کے چند لڑکے مسجد بنوی کے صحن میں بنی بنی عایشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کی طرح

کھیل کھیل رہے تھے۔ بی بی عائشہ رضہ کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب مجھ سے فرمایا کہ تم ان تماشہ دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو اچھا میری بیٹھ کے پیچھے کھڑی چلا جا۔ میں اپنی شھوڑی آپ کے بازو پر رکھ کر کھڑی ہو گئی اور لگی تماشہ دیکھنے۔ تا وہ قینکہ میں تماشہ دیکھنے سے نہیں آگئی پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے۔ تو اب تم اندازہ کرو کہ کون کون اور کھیل کو کی کر لیں لڑکی کس قدر کھیل کی آرزو مند ہوتی ہے۔ پس یہی حال میں تھا یعنی میں بہت دیر تک تماشہ دیکھتی رہی اور پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے (بخاری مسلم، تراجم ابی امامہ مطبوعہ دہلی ص ۶۲)

اور مولوی سلیمان صاحب دی جانشین مولوی شبلی حنا لکھتے ہیں "ایک دفعہ ایک لڑکی کو لئے ہوئے آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے پھر پوچھا کہ تم اس کو پھانسی ہو۔ عرض کی نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے۔ تم اس کا گناہ سنا چاہتی ہو۔ انھوں نے اپنی مرضی ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک لگاتی رہی۔ آپ نے گناہ سن کر فرمایا اس کے ختنوں میں شیطان باجا بجاتا ہے" (سیرۃ عائشہ ص ۵۷) پھر لکھتے ہیں "آپ اکثر حضرت عائشہ کے ساتھ ایک دسترخوان پکارتے ایک ہی برتن میں کھا کھا کر تھے۔ ایک دفعہ ایک ساتھ کھا کھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ گزرے آپ نے ان کو بھی بلایا اور تینوں نے ایک ساتھ کھا یا (قبل نزول حجاب) کھانے میں بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ دہی پیڑی چوستے جس کو حضرت عائشہ چوستی تھیں۔ پیالے میں دیں برتنہ رکھ کر پیتے تھے جہاں حضرت عائشہ منہ لگاتی تھیں۔ ایک دفعہ دونوں ساتھ کھانے میں مصروف تھے کہ حضرت سودہ شکیات لیکر پہنچیں کہ عمرؓ مجھ کو ضرورت سے بھی باہر نکلنے میں ٹوکتے ہیں راتوں کو گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا اس لئے کبھی کبھی دونوں کا ساتھ ایک ہی لونڈی پر پڑ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک ایرانی بڑوسی نے آپ کی دعوت کی۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ بھی آئیں اس نے کہا نہیں۔ ارشاد ہوا تو میں بھی قبول نہیں کرتا۔ یہ بان دوبارہ آیا اور مجھ کو بلال دجواب ہوا۔ ادرہ دو کہیں چلا گیا۔ تیسری دفعہ بھر آیا۔ آپ نے پھر فرمایا عائشہ کہ بھی عزت ہے۔ عرض کی جی ہاں۔ اس کے بعد آپ اور حضرت عائشہ دونوں کپڑے پہنے کھانے لگیں۔

(سیرۃ عائشہ ص ۵۵) پھر لکھتے ہیں ”ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رفیق سفر تھیں۔ تمام صحابہ کو آگے بڑھانے کا حکم دیا حضرت عائشہ سے فرمایا آؤ دوڑیں۔ دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ یہ دہلی تیلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک موقع آیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں بھاری بھر کم ہو گئی تھی ابھی آنحضرت صلعم آگے نکل گئے۔ فرمایا عائشہ یہ اس کا جواب ہے۔“ (ص ۵۵) اور ملاحظہ ہو ”اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عائشہ کھیلیاں پھینکیں اور گرد سہیلیوں کا ہجوم ہوتا کہ اتفاقاً رسول اللہ صلعم پہنچ جاتے۔ وہ جلدی سے گڑوں کو چھپا لیتیں سہیلیاں آپ کو دیکھ کر ادھر ادھر چھپ جاتیں لیکن چونکہ آپ بچوں سے خاص محبت رکھتے تھے اور اون سے کھیل کود کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے لڑکیوں کو پھر بلایا کرتے حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلے کو کہتے تھے۔ تمام کھیلوں میں ان کو دو کھیل سب سے زیادہ مرغوب تھے۔ گڑیاں کھیلنا۔ اور جھولا جھولنا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پرنگے ہوئے تھے۔ آپ نے استفسار فرمایا۔ عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑوں کو پر نہیں ہونے انہوں نے جرحہ کہا کیوں؟ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آپ اس کی ساختہ پن کے جواب پر مسکرا دیئے (سیرۃ عائشہ ص ۱۲) اور ملاحظہ فرماتے جانیئے لکھتے ہیں۔ ”ایک حجرہ حضرت عائشہ کا مسکن تھا یہ حجرہ مسجد کی مشرقی جانب واقع تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر منسوب رخ اسطرح واقع تھا کہ گویا مسجد نبوی اس کا صحن بن گئی تھی۔ آنحضرت صلعم کا دروازہ ہے مگر مسجد میں داخل ہوتے تھے جب مسجد میں متکف ہوتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے اور حضرت عائشہ بالوئیں کنگھا کر دیتیں“ (ص ۳۵) دوسری جگہ بھی ہے ”حضرت عائشہ آنحضرت صلعم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔“ (ص ۶۱) کسی اور جگہ بی بی کے متعلق یہ منقول نہیں کہ وہ حضرت کے سر میں کنگھا کرتی ہوں یا آنحضرت اعکاف میں دوسری بی بی سے ایسا برتاؤ کرتے ہوں۔ اس سے حضرت کے اخلاق پر جو روشنی پڑتی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

۱۔ اربع الاول ۸۳ھ کو مدینہ منورہ میں حضرت کی ولادت باسعادت واقع ہوئی جناب نبوی وحید الزماں خاندان صاحب حیدر کبادی لکھتے ہیں "امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارگاہ امامی میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں اون سے روایت نہیں کرتے۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں فی نفسی منہ شیء و مجالد احب الی منہ لہ حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہلسنت بدنام ہوتے ہیں کہ ان کو ائمہ اہلبیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے۔ مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انھوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن کمال ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں (الانوار الملتزمہ ج ۵ ص ۷۷) مولوی صاحب نے حضرت کو بارہ اماموں سے فرمایا تو ان بارہ اماموں کے متعلق ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں "و یکنون فی امیۃ اثنا عشر کلمۃ من قریش من امیر امیر ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ مراد ان بارہ امیروں سے وہ ایرانیوں جو امام مہدی کے بعد امام حسن اور امام حسین کی اولاد ہیں راستہ کر نیچے جیسے حضرت اہل بیت پیغمبر کی کتاب میں ہے۔ اور بن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفا ہے بنی ہاشم اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انھوں نے غلطی کی ہے۔ چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور کج تھے۔ اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا اہلسنت کے علماء انہیں تراش تراش کر کٹے ہیں۔ اور خلفاے راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں لیتے ہیں۔ کچھ عباسیہ میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گزرے ہیں۔ اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ ان بارہ

۲۔ یعنی میرد لیں امام جعفر صادق کی طرف سے کچھ ہے اور مجالد مجھے ان سے زیادہ محبوب ہے ۱۲ راقم

اس وقت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ حکومت ظاہری و الداعلم (پارہ ۱ ص ۶۶) پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اَمَّا السَّمَاءُ فَاَنَا وَاَمَّا الْبُيُوتُ فَلَا اُتِيهَا بَعْدِي اَوْ اَتِيكُمْ اَعْبَدُوا اَخِي وَاَخِي هُمُ الْمَلَائِكَةُ وَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْبُرُوجِ میں سماء سے مراد میں ہوں یعنی آنحضرتؐ اور بروج سے بارہ امام مراد ہیں پہلے امام علی ہیں اور اخیر امام مہدی علیہ السلام (پارہ ۲ ص ۲۴)

یہی مولوی صاحب ایک اور مقام لکھتے ہیں ”امام سفیان ثوری امام جعفر صادقؑ کا ایک اور عرض کیا یا اَبْنِ رَسُولِ اللّٰهِ مَا لِيَ اَمَّا اَكْ قَدْ اَخْتَلَتْ النَّاسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ“ جو آپ لوگوں کی صحبت سے الگ ہو کر گوشہ نشین اور غلت گریں ہو گئے ہیں۔ فرمایا زمانہ کارنگ بگڑ گیا ہے۔ بھائیوں کا حال دگرگوں ہے۔ میں نے دیکھا تنہائی میں جمع ہی ہوتی ہے پھر یہ شعر پڑھے

ذَهَبَ الْوَفَاءُ ذَهَابَ اَمْسِرَ الْمَدَاهِبُ ۝ وَالنَّاسُ بَيْنَ مُخَابِلٍ وَتَحَارِبٍ
لَيْفُشُونَ بَيْنَهُمُ الْمَوَدَّةَ وَالْوَفَاءُ ۝ وَكَلَّوْهُمْ فَحَسُّوْهُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ
یعنی زمانہ سے وفاداری اس طرح اُدھ گئی جیسے گزشتہ کل کا دن گزر گیا۔ اور لوگوں کا یہ حال ہے کوئی تو ادبیں مکار ہے اور کوئی جنگ جو۔ ایک دوسرے سے محبت اور الفت جتاتے ہیں حالانکہ ادب کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہر وقت کاٹنے کی ناکہ میں لگے ہیں۔ (پارہ ۸ ص ۱۴)

اور مورخ جلیل القدر ابو الفداءؒ لکھتے ہیں اور اسی سال حضرت جعفر صادقؑ فرزند حضرت محمد باقرؑ ابن حضرت زین العابدینؑ بن حضرت حسینؑ بن حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کی وفات ہوئی۔ اور حضرت جعفر صادقؑ شیعوں کے اعتقاد کے مطابق بارہ اماموں سے ایک امام ہیں۔ چنانچہ ان بارہ اماموں سے حضرت کے پہلے حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ پھر حضرت کے بڑے فرزند حضرت حسنؑ پھر حضرت حسینؑ بن العابدینؑ پھر حضرت باقرؑ گزر چکے تھے پھر حضرت جعفر صادقؑ ہوئے جن کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اور

۲
سلسلہ جبری کے واقعات میں

باقی اماموں کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اور حضرت جعفر کو صادق اسوجہ کہنے لگے کہ حضرت یحییٰ ہی بولتے تھے۔ اور صفت کیمیاور زبرد فال میں بھی حضرت کا کلام موجود ہے۔ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس سال یعنی سنہ ہجری بمقام مدینہ وفات پائی اور ختمہ البقیع میں دفن کئے گئے۔ (تاریخ ابوالفدا مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۵)

اور مورخ قرطبی اپنی تاریخ میں حضرت کا حال اس طرح لکھتے ہیں ”الفصل الخامس فی ذکر عالم الحقایق والد قائل الامام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ یعنی پانچواں فصل حقایق و دقایق کے عالم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ذکر میں حضرت ہی اپنے بھائیوں میں اپنے پدر بزرگوار کے جانشین اور وصی تھے اور حضرت سے استفادہ علوم نقل کئے گئے ہیں جو کسی غیر سے منقول نہیں ہوئے۔ اور حضرت علم حدیث میں اس درجہ تھے۔ حضرت سید یحییٰ بن سعید اور ابن جریج اور مالک بن انس اور ثوری اور ابن عیینہ اور ابو حنیفہ اور شعبہ اور ابویوب سجستانی وغیرہ محدثین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت بمقام مدینہ منورہ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت کی مادر گرامی ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی سمرہ تھیں۔ اور حضرت رضی اللہ عنہ معتدل قامت اور گندی رنگ کے تھے۔ حضرت کی انگوٹھی پر ما شاء اللہ لا حول الا باللہ لکھا تھا۔ (جو اللہ چاہے وہی ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی کو قوت نہیں۔ میں اس سے استغفار کرتا ہوں) نقش کیا ہوا تھا۔ لوگوں نے نقل کیا ہے کہ کتاب جعفر جو ملک مغرب میں ہے بنو عبدالمومن حضرت ہی سے اس کو میراث میں پاتے رہے ہیں۔ اور حضرت نے سفیان ثوری سے جو باتیں کہیں انہیں کلام بھی تھا ”اے سفیان جب خدا تم کو کوئی نعمت دے گا تم اس کو باقی رکھنا چاہو تو اس نعمت پر خدا کی حمد و شکر کثرت سے بجالاتے رہو۔ کیونکہ خدا سے عذر مل لے اپنی کتاب غزیز میں فرمایا ہے وَلَکِنْ شَکَرْتُمْ لَکَ اَدْبَارُکُمْ (یعنی اگر تم میرا شکر ادا کرتے رہو گے تو میں تم کو زیادہ دیتا رہوں گا) اور اے سفیان جب رزق ملے میں تم دیکھو کہ تاخیر ہو رہی ہے تو استغفار کثرت سے کیا کرو کیونکہ خدا فرماتا ہے

سہارن صاحب ملا سید محمد مجاہد صاحب قلم جو مانی مدد جو ادیدہ اللعہ جناب مرزا کامران بخت صاحب
رئیس محترم جناب سید محمد حسین صاحب عطاء ہندی دوا خانہ صاحب جناب بخو خان صاحب چاہ مہاں صاحب جناب
سید محمد رضا صاحب السیکرٹری جناب سید مظہر حسین صاحب سیکرٹری جناب عطاء لطافت علی صاحب جناب حسین
خان صاحب سکریٹری محترم حیدری صاحب جناب حسین صاحب سیکرٹری جناب امداد حسین صاحب جناب ابو عمر
جناب ذوالصفر علی صاحب جناب سید غلام حسین صاحب سیکرٹری جناب سید زاہد علی صاحب جناب مرزا
جناب سید ابوالقاسم صاحب مرزا گرام کریم صاحب سید محمد موسیٰ صاحب آفرقہ صاحب کیا صاحب سید فخر حسین صاحب فضلہ
نہ کیا صاحب جناب سید ابوالحسن صاحب سیکرٹری صاحب سید داؤد صاحب جملہ صاحب
صلح بستی جناب اصغر حسین صاحب پورہ

اعظم گڑھ جناب حاجی سید رضی الدین صاحب لکھنؤ صاحب سید محمد حسن صاحب سیکرٹری صاحب سید
ابو محمد صاحب سکریٹری جناب سید امین الدین صاحب محمد آبلو گنہ صاحب جملہ صاحب
گوندہ جناب سید الفام حسین صاحب سید جیلہ مرزا سید جناب سید محمد حسین صاحب سید موسیٰ صاحب
سید محمد احمد صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب
سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب
سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب

صاحب صاحب جناب سید جعفر طیار صاحب صاحب جناب سید محمد طیب صاحب صاحب جملہ صاحب
اترولہ صاحب جناب سید محمد اکبر صاحب سید اعجاز حسین صاحب سید سید علی حسین صاحب
صلح کوٹہ جناب خان بہادر محمد امجد خان صاحب قلعہ دار سہدائے جناب محمد علی خان صاحب
سہدائے جناب محمد عباس خان صاحب سیکرٹری صاحب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب
جوینور اجناب جناب سید محمد علی صاحب قلعہ دار سہدائے جناب سید محمد حسین صاحب سید محمد حسین صاحب
شیخ بشیر احمد صاحب صاحب جناب سید اختر حسین صاحب صاحب جملہ صاحب

محکم علی شہر جناب سید بی بی صاحبہ صاحبہ جناب سید یحییٰ حسین صاحب صاحب جناب سید محمد حسین صاحب
صاحب جناب سید خورشید حسین صاحب صاحب جناب سید منصف علی صاحب صاحب جملہ صاحب
صلح جوینور جناب اعجاز حسین صاحب سید بشیر طفر آباد صاحب جناب سید اولاد حسین صاحب سید اکاؤنٹ
جناب سید علی اکبر صاحب رئیس بھادی صاحب جناب سید علی بجاو صاحب رئیس بھادی صاحب جملہ صاحب

زینگی پور اجنباب مولوی سید حسین علی متاعہ جناب سید محمد تقی صاحبہ جناب مولوی سید محمد یوسف صاحبہ صاحبہ صاحبہ جناب سید محمد حسین صاحبہ شوز مرخیش غازی پورہ جملہ ہے

بہرائی اجنباب سید محمد رضا صاحبہ اہلہ جناب سید ابوجعفر صاحبہ مختارہ جناب سید صادق علی صاحبہ دکیلہ جناب سید اخلاق حسین صاحبہ کلیلہ جناب شیخ الطاف حسین صاحبہ رضی اللہ عنہ جناب سید صغیم علی صاحبہ دکیلہ جملہ ہے

ناپیارہ اجنباب سید شرف حسین صاحبہ پندرہ نٹ باغات و عہدہ جناب مرزا محمد عباس صاحبہ محمد حبیبی عہدہ جناب سید ظہیر الحسن متاعہ تحصیلدار کا جناب سید محمد حسین متاعہ جناب علی حسین صاحبہ جناب مرزا علی خاں عرف پنجو متاعہ جناب سید ابراہیم حسین متاعہ جناب ڈاکٹر شفیع الحسن متاعہ جملہ ہے ضلع بہرائی اجنباب سید منظور حسین صاحبہ فارسی ریجر بھنگا عہدہ جناب سید مقبول حسین صاحبہ نگر دورہ جناب سید بجا حسین صاحبہ نگر دورہ جملہ ہے

زید پور اجنباب سید فراحت حسین صاحبہ تیرہ دارہ جناب حکیم سید محمد عالم متاعہ جناب سید اقبال عین صاحبہ جناب سید محمد حسن صاحبہ عہدہ جناب سید منظر حسین صاحبہ تیرہ دارہ جناب مولوی سید اتحاد حسین صاحبہ عہدہ سے جناب حکیم سید کجاو احمد صاحبہ عہدہ جناب مولوی سید حمید محمدی صاحبہ جناب سید محمد عابد صاحبہ عہدہ جناب قاضی علی قاسم صاحبہ تحصیلدار کرسی عہدہ جملہ ہے

ضلع بارہ بنگی اجنباب خانبہاد چودہری سید ارشد حسین صاحبہ تعلقہ دار رودلی عہدہ جناب سید اجماع حسین صاحبہ بدوسر عہدہ جناب سید محمد ارشد حسین صاحبہ حبیب پور بارہ بنگی عہدہ جملہ ہے

فیض آبادی علیجناب صاحبہ سید محمد محمدی صاحبہ تعلقہ دار عہدہ جناب خانبہاد محمد حسین خان صاحبہ جناب سید حمید الدین حیدر صاحبہ ایڈوکیٹ عہدہ جناب مولوی سید فیض حسین صاحبہ جناب سید علی جواد صاحبہ کلیلہ عہدہ جناب سید صفت حسین صاحبہ کلیلہ عہدہ جناب بشارت حسین خان صاحبہ عہدہ جناب سید بجا حسین صاحبہ دوکاندار عہدہ جناب قاضی سید ممتاز حسین متاعہ تحصیلدار پشور ناگن سرکار کا سلاطین پور علیجناب صاحبہ بہادر ریاض حسن پور تار جناب سید اولاد علی متاعہ سرکار الہ آباد سے

راے پوری اجنباب سید یوسف حسین صاحبہ مرحوم تعلقہ دار مصطفیٰ آباد سے پرتابنگہ اجنباب سید لیاقت حسین متاعہ ڈاکٹر عہدہ جناب سید علی احمد متاعہ جناب سید احمد حسین متاعہ

ضلع دار کورٹ آف وارڈس سے جملہ
 الہ آباد جناب نواب محمد علی خان صاحب مدنی منڈی کے جناب سید علی شاد علی خان صاحب مدنی
 جناب سید محمد حسین صاحب انیسویں پٹنہ موضع کشیہ جناب سید رفیع حسین صاحب کراوی علی علی
 مرزا پور جناب سیدنا محمد حسین صاحب داروغہ میونسپلٹی
 لکھنؤ جناب پرنس مرزا تریاقد رضا بہادر مولوی گنج سے جناب نواب سید نظیر حسین عرف سچھو صاحب
 خاص سے جناب نواب عزالدین حسین عرف نواب جانی صاحب کشمیری محلہ جناب سید محمد آسن صاحب
 انانہ جناب سید علی نواز صاحب ملک پکڑ سے جناب شہزادہ یوسف مرزا صاحب جڑاوا جناب سید محمد
 صاحب ایڈوکیٹ کا جناب سید احمد عباس صاحب تعلقہ دارانہ کا جناب سید ذاکر حسین ایڈوکیٹ علی علی
 جناب سید محمد زہد صاحب ڈپٹی کلکٹر کا جناب سید محمد حسن صاحب منصف علی علی جملہ
 کا پتہ جناب نواب سید سلطان حسین خان صاحب بہادر رئیس سے جناب سید آل مصطفیٰ صاحب محلہ کوروان
 علی علی جناب سید محمد امین صاحب جناب قاضی غلام شیر صاحب ایوانی سے جناب سید حسین صاحب جملہ
 سمس آباد جناب نواب سید قاسم عباس صاحب متاہد رشید جناب نواب سید اقبال بہادر صاحب جناب
 نواب سید فرخ حیدر صاحب علی جناب والدہ نواب سید محمد عباس صاحب جناب نواب سید صفدر
 سلطان صاحب جناب نواب سید محمد عباس صاحب علی جناب سید غلام شیر صاحب پکڑ پٹنہ
 علی علی جناب نواب سید رفیع حسین خان صاحب جناب نواب سید سلطان بہادر صاحب علی علی
 فرخ آباد جناب مرزا واجد علی بیگ صاحب ڈل ماسٹر اسکول علی جناب ہدایت حسین خان صاحب
 جناب نواب سید حیدر خان صاحب وکیل علی جناب مرزا عاشق حسین صاحب آڈیٹر علی جناب
 مرزا واجد حسین صاحب رئیس علی جناب مولوی سید محمد ساجد صاحب علی جناب سید
 مقبول حسین صاحب علی جناب سید ابراہیم حسین صاحب علی جملہ
 فتح گڑھ جناب سید مقصود حسین صاحب چیف ریڈر علی جناب سید لیاقت علی صاحب و سید
 حسین علی صاحب بہادر علی بہر شہہ شہزادہ علی جناب سید محمد حسین صاحب پکڑ پٹنہ علی علی
 سید محمد علی جناب آغا سید احمد رضا صاحب پکڑ پٹنہ علی جناب مرزا عاشق حسین صاحب
 سب انیسویں پٹنہ علی جناب حکیم قاضی سید محمد سعید صاحب رئیس علی جناب سید نظیر احمد رضا

پنجابی سید صاحب جناب یوہ سید محبوب علی شاہ صاحب مرحوم لاہور صہ جناب والدہ سید علی نقی صاحب لاہور لہجہ جناب نواب سید نزل حسین خان صاحب ارمان تحصیلہ احصاء صہ جناب مولوی سید محمد باقر شاہ صاحب مولوی فاضل پیکرہ صہ جناب سید نذیر حسین خٹا کر بلالی گڑھ کلک رکھ چکے جناب سید محمد مرزا صاحب مرحوم تحصیلہ اردہی صہ جناب مرزا ضیاء حسین صاحب شکت کلک رکھ چکے صہ جناب شکر ملک رحمہ اللہ خالص صاحب کیانی آئی سی ایس پشاور شہر جناب ملک گلزار حسین خالص صاحب کیانی پشاور صہ ایک ہمدرد اصلاح پشاور کے فدیہ سے لے کر جناب سردار محمد حسن خالص صاحب سبکدوش شکرگڑی صہ جناب شعی سید نقدی حسین صاحب پوٹھوٹھ کلاؤر صہ بذریعہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب شعی فاضل انبالہ سیٹی صہ بذریعہ جناب سید نذیر حسین شاہ صاحب ساکن زیارت میہ جناب سید غلام حسین صاحب نقنویس ضلع فیروز پور صہ جناب محمد ہری فیروز الدین صاحب پوٹھوٹھ پورہ صہ جناب صاحب سیر سید حسین شاہ صاحب وزیر سہری نگر صہ جناب سید خادم حسین صاحب قالاؤنگ ضلع جہوں ہے جناب محمد ظہور حسن صاحب پنجابی کالونی ضلع ڈیرہ غازی خان صہ جناب شعی غلام حسین خالص صاحب آٹھ لوہہ جناب سید عبداللہ خالص صاحب سوداگر صاحبان امرتسرہ جناب پاشا سید فیض حسین صاحب پنڈو خان صاحب جہاں

سندھ و کاٹھیاواڑ جناب سید محمد شاہ صاحب نقوی مرحوم انکپٹر سکس صہ جناب دریا خان صاحب کھوسہ بلوچ اتالی سندھ ہے بذریعہ جناب پاشا سید علی صاحب عرف سید بڑا صاحب نقوی کوٹ دینا صہ جناب مولوی حاجی غلام علی صاحب اڈیٹر راہ بجاء بھاؤنگ صہ جلد ۱۷

راچپوتانہ سی بی وی و ہرار (۱) جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب خازن اصلاح مشین پریس فنڈ اجیر صہ (۲) جناب سید احمد علی صاحب اسٹیشن ماسٹر شہدول صہ جناب حکیم سید احمد علی خالص صاحب کس ہے پورہ جناب سید حامد حسین صاحب نقوی انکپٹر آبکاری ٹاکیوڑ صہ جناب سید شاہد رضا صاحب جعفری راجپور دومہ صہ جناب حکیم سید نظیر احمد صاحب اکوڑ صہ جناب سید فقید علی صاحب اسٹیشن ماسٹر جھڑ پور صہ جناب سید حسن علی

صاحب ہڈ کنسٹبل جلب صر جملہ احمد
ریاست حیدر آباد دکن | جناب مولوی سید امیر حسن صاحب کائنات ملکات : با اذریعہ جناب

صاحبی مرزا ناصر علی بیگ صاحب لکھنؤ دارالودہ لکھنؤ
دارالشفاء علیہ جناب مولوی سید ذماعت علی صاحبہم کردہ گیری پیشتر علیہ جناب سید علی حسن
جیسری صر جناب سید تراب علی صاحبہم جناب ڈاکٹر سید احمد صاحب رضوی صر جناب
مولوی محمد تقی علی خان صاحب کلگر علیہ جناب سید مظہر مہدی صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس ٹریم علیہ جناب
مبئی | اذریعہ جناب محمد سبط حسن : با اذریعہ جناب سید جعفر حسین صاحبہم اذریعہ جناب سید علی حیدر صاحبہم
جناب سید علی حیدر صاحبہم جناب مولوی سید عبد الحمید صاحبہم جناب سید امیر حسن صاحبہم جناب سید علی

صوبہ مدرکس | جناب میر علی اکبر صاحب مقام چندلی : جناب مرزا ساجد علی صاحبہم پور
سے رجملہ علیہ ریزان کل انعام علیہ ۱۹۹۲

ہم اولاً خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جو کمال انعام و شرف پہنچے فردا فردا
ممنون اور شکر گزار ہو کر اس فخر کو بند کرتے ہیں۔ ہمارے پیاروں کیلئے پابند سودہ
کے فخر و رت باقی ہے اس کے انتظار میں رہیں گے۔

ادیشہ انجمن کو دوسرا انعام | اس وقت تک اذریعہ صاحب رسالہ اللہ اکبر کو سہ ہزار

روپیہ تک کا انعام پیش کیا جا چکا اور انہیں کے حق میں کردہ ثالث کو تیار کر کے ملاوگوں
نے ان سے رجسٹری طلبہ کو بھی دریافت کیا کہ ان کے پاس اگر کھدیا ہو تو ہم لوگ ان
ہزار روپیہ وہاں جمع کر دیں انہیں بات کو تیار کر کے ملاوگوں کو تیار کر کے ملاوگوں
صاحب ایسا خاموش ہوئے کہ اب کوئی خبر نہ ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ہے کہ
انہی اس خاموشی سے دنیا سے اہستہ سے انکی زبانیں۔ بے بسی سے انکی زبانیں اور ہرگز

فخری روٹنگی ہاگ ایسا ہے تو محض خام خیال سے ہو چکا ہے کہ کتنی حضرات اس سے پہلے
سے اس انتظار میں ہیں کہ دیکھیں اذریعہ صاحبہم جس کی معاہدہ کے تحت ان کے پاس
پہنچے اور دعویٰ کا ثبوت دیر انعام حاصل ہو جائے۔ اس دوسرا انعام میں ان
اگر آپ بے خدا کو جسم و جسمانیات سے سوزہ ثابت کر دیں تو دوسرا روپیہ ان

سلسلہ تراجم العلماء

شیخ سدید - مفید علیہ الرحمہ

یہ زبانہ بارخدا یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے تو میری زبان کے لئے
جناب شیخ جو حقیقی صدی ہجری کے ثلث حصہ تھنی ہونیکے بعد قریہ عکرمیں پیدا ہو
تھے۔ اور اس قریہ کی قسمت میں قسام ازل نے لکھا تھا کہ اسکی خاک پاک سے
ایک آفتاب درخشاں طلوع ہوگا جسکی انوار سے اسلامی دنیا روشن ہوگی اور
شرعیت غرّ اومت بیضاء کے احکام کا نشر اور اسکے رموز وغوامض کا انکشاف آپکی
ذات والا صفات سے ظاہر ہوگا۔ آپکے افادات سے عقل استفادہ مستفید ہوئی۔
ایسے قدسی غیر متشکلم بے نظیر تھے کہ اشاعرہ و مسترلہ وغیرہ آپکے سطوت مناظرہ و کلام
سے گنج اعترال میں خلقی تھے۔ علمائے عامہ کا نااطقہ بند تھا۔ اور بڑے بڑے
کاملین عامہ سیر انداختہ تھے۔ جن لوگوں کی نظر سے آپکی مباحثات گزری ہیں وہ
بخوبی مطلع ہیں کہ آپکی قوت قدسیہ اور ذہن نقاد و طبع دقلا کس پایہ کی تھی۔ قاضی
عبد الجبار۔ علی بن عیسیٰ رمانی۔ قاضی ابوبکر باقلانی۔ فاضل کبکی۔ ابی عمرو۔ درانی
وغیرہم جو علمائے عامہ میں مشاہیر و نامور اہل علم تھے۔ اور ہر عصر شیخ ممدوح تھے
جب آپکے مقابلہ میں نکلے تو سوائے ذراہ کے چارہ کار نہ تھا۔ جتنا بچہ آپکے مشہور
مناظرے جو ان حضرات عامہ کے ساتھ ہوئے ہیں۔ وہ کتب میں مندرج ہیں لیکن
بعض کچھبب مناظرے انشاء اللہ اپنے مقام پر مذکور ہونگے۔ جن سے ناظرین
کے قلوب سرور ہونگے۔

شجرہ نسب شیخ | یہ ہے :- محمد بن محمد بن عثمان بن عبد السلام بن جابر بن سعید بن
جبر بن وہب بن ہلال بن اوس بن سعید بن سنان بن عبد اللہ ار بن ربیع بن زیاد
بن حارث بن مالک بن یزید بن کعب بن حارث بن کعب بن علم بن ہارن بن مالک

بن داؤد بن زید بن شخب عرب بن دقید بن کھلان بن سنان بن شخب بن یحییٰ
نحطان (تخصص العلماء)

ولادت و وفات ولادت جناب شیخ مفید تباریخ ۱۱۱۱ ز لقیعہ ۳۳۳ھ واقع ہوئی اور وفات تباریخ ۳۷۱ھ رمضان المبارک ۳۳۳ھ کو ہوئی۔ جس سے حضرت شیخ کی عمر شریف ۸۰ سال یا ۷۷ سال کی ہوئی جیسا کہ فاضل تنکابنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ بعض تذکرہ نویس کم و بیش تعداد عمر لکھی ہے۔ اور مورخ یا فاضل نے اپنی تاریخ میں جناب شیخ کی عمر شریف ۶۷ سال لکھی ہے۔ اور صاحب تذکرہ العلماء نے بھی ۶۷ سال لکھی ہے۔

کنیت و لقب جناب شیخ سدید کی کنیت ابو عبد اللہ اور القاب شریف ابن المسلمہ و

مفید ہیں۔
حلیہ شیخ جناب شیخ علیہ الرحمہ کا قد و قامت معتدل میانہ۔ رنگ گندم گون
خفہ الجبہ۔ حسن اللباس تھے۔ زہد و ورع و کثرت عبادت کے سبب جسم لاغر
ہو گیا تھا۔ (تاریخ یا فاضی)

تعلیم و تلمذ جناب شیخ بچپن میں اپنے مولد علیہ قریہ سے والد ماجد کے ہم عصر
بغداد میں چلے آئے تھے۔ اور یہاں بڑے بڑے فضلاء موجود تھے۔ علم فقہ
آپ جناب ابن قولویہ سے پڑھا جو ایک جلیل القدر عالم ثقات طائفہ امامیہ
سے تھے۔ اور ابی عبد اللہ معروف بجعلی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ علوم میں
مشغول ہوئے۔ اور یہ عالم در ب راج بغداد میں مقیم تھے۔ اس کے بعد ایک
اسامی اساتذہ اور فاضل جید ابی یاسر نامی کے درس میں حاضر ہوئے جو کہ
باب خراسان میں قیام پذیر تھے۔ کچھ عرصہ تک اسکے پاس پڑھتے رہے جب
فاضل جناب شیخ کی مباحث علمیہ میں شافی جوابات دینے سے عاجز رہ گیا۔ تو لیکھا
کہنے لگا کہ آپ علامہ علی بن عیسیٰ رسانی کے درس میں کیوں نہیں جاتے۔ وہ عالم کلام
وغیرہ میں وحید عصر ہے۔ اس سے مستفیض ہونا چاہئے۔ جناب شیخ نے عرض

کیا کہ ان سے واقفیت نہیں ہے اور نہ کوئی وسیلہ ہے جس کے ذریعہ سے
 یہ کام مکمل ہو سکے۔ یسکر ابو یاسر نے ایک شخص کو اپنے احباب میں سے انکے ساتھ
 کر دیا۔ اور علامہ رمانی کی خدمت میں لینگے۔ یہ شخص انکو چھوڑ کر چلا آیا۔ اور
 حضرت شیخ بوجہ کثرت طلبہ علوم و از دحام فضلا سے اکمال صف نقال میں
 بیٹھ گئے۔ اور جب ازدحام میں کمی ہوتی تھی تو آگے بڑھتے گئے اور قریب تر
 ہوتے گئے تاکہ افادہ مسائل سے بہرہ مند ہوں۔ اسی اثنا میں ایک بصری
 شخص نے اگر علامہ رمانی سے پوچھا کہ جناب مولانا آپ حدیث غدیر اور قصہ غار
 میں کیا فرماتے ہیں؟ علامہ نے فرمایا کہ خبر غار درایت ہے اور حدیث غدیر روایت
 اور روایت سے وہ بات ثابت نہیں ہوتی جو درایت سے ہوتی ہے۔ بصری چونکہ
 دینے سے عاجز ہو کر چلا گیا۔ اور جناب شیخ کو یارے ضبط نہ رہا۔ اور آگے
 صحبت مناظرہ اُبڑھ کر علامہ سے عرض کی کہ حضرت مولانا۔ میرا ایک سوال
 ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ فرمایا۔ ہاں۔ ہاں۔ کہئے۔ جناب شیخ نے کہا
 کہ جناب مولانا اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کہ امام عادل کے ساتھ خروج
 کرے اور حرب و قتال کا مرتکب ہو جو اب دیا کہ وہ شخص کافر ہے۔ پھر فرما سوچ
 سمجھ کر کہا کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ پھر جناب شیخ نے کہا کہ آپ جناب امیر المومنین
 علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی امامت کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ جواب دیا کہ وہ امام
 حق ہیں۔ جناب شیخ نے کہا کہ آپ حضرات طلحہ و زبیر و قتیبہ حرب جمل کے باب میں کیا
 فرماتے ہیں۔ جواب دیا کہ انھوں نے توبہ کر لی۔ جناب شیخ نے کہا کہ خبر حرب درایت
 ہے اور حدیث توبہ روایت۔ یسکر انھوں نے کہا کہ شاید آپ اس وقت موجود
 تھے جب مرد بصری نے ہم سے پوچھا تھا۔ کہا ہاں۔ اس پر علامہ رمانی نے کہا۔
 روایت بروایت یہ ہاں ہاں۔ ایک روایت دوسری روایت کے برابر ہوگی اور
 آپ کا سوال وارد ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور اس شہر میں کس عالم سے پڑھتے
 و خیر تسمیہ خطاب مفید ہیں۔ کہا کہ میرا نام محمد بن محمد ہے اور شیخ ابی عبد اللہ جبلی

کی خدمت میں پڑھتا ہوں۔ پھر اپنی جگہ پر جناب شیخ کو بٹھایا اور اندر مکان کے جا کر ایک رقعہ سر پر لکھ کر لایا۔ اور کہا اسکو اپنے استاد ابی عبد اللہ کو دیدیجئے۔ رقعہ لیکر اپنے استاد کو دیدیا۔ انھوں نے کھول کر پڑھا اور خود بخود ہنسنے لگے۔ جب پڑھ چکے تو جناب شیخ سے کہا کہ اسمیں وہی ماجرا لکھا ہوا ہے جو تمہارے اور علامہ رسانی کے امین ہو چکا ہے۔ اور تمہاری نسبت وصیت بھی کی ہے اور تم کو لقب عیدہ عطا کیا ہے۔ راقم اس زمانہ اور اس زمانہ کے علماء و طلباء علوم کی معاشرت علمی میں میں دآسمان کا فرق پاتا ہے۔ علمائے عامہ کا طرز دربارہ تعلیم نہایت دھڑلش ہے۔ دوسرے مذہب والے طلبہ کو ہرگز پڑھانے پر رضامند نہیں ہیں۔

کتاب مصابیح القلوب میں اس حکایت بالاکو اور طرح نقل کیا۔ چنانچہ ابی المومنین میں کتاب سطور کے حوالے سے اس طرح لکھا ہے کہ قاضی عبد الجبار مغربی شہر بغداد میں درس دے رہا تھا۔ اور شاہیر علمائے فریقین بھی اس مجلس میں موجود تھے جناب شیخ مفید جو اُس وقت درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور قاضی مذکور نے انکا نام نامی سنا تھا لیکن ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اس مجلس میں وارد ہوئے اور صف ثعال میں بیٹھ گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد جناب قاضی سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں۔ قاضی صاحب نے کہا بسم اللہ۔ فرمائیے۔ شیخ نے کہا کہ وہ خبر جو طائفہ شیعہ روایت کرتے ہیں کہ ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَعَلَى مَوْلَا“ آیا یہ مسلم ہے کہ بروز غدیر رسول خدا نے کہا یا شیعہ لوگوں نے اقرار کیا ہے۔ جواب دیا روایت دیگر دربارہ خطاب مفید کہ جھڑپ ہے۔ پھر کہا کہ لفظ مولیٰ کے کیا معنی ہیں کہا اولیٰ۔ اس پر جناب شیخ نے کہا کہ پھر یہ اختلافات و نزاعات یعنی چہ بہ قاضی صاحب نے فرمایا۔ اے برادر! یہ خبر روایت ہے اور خلافت ابی بکر و ایت سے اور عقلمند شخص روایت کیلئے ترک روایت نہیں کر سکتا۔ جناب شیخ نے اس مسئلہ کو چھوڑ دیا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں ٹال کر کہا کہ آپ اس خبر کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے امیر المومنین علی کے بارہ میں فرمایا ”مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَعَلَى مَوْلَا“

قاضی صاحب نے کہا یہ صحیح ہے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ پھر آپ اصحاب محل کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ غالباً آپ کے قول سے امام زمانہ کے مخالف اشخاص ناجی نہیں ہو سکتے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ انھوں نے توبہ کر لی۔ اس کے جواب میں جناب شیخ نے کہا۔ ایسا القاضی اجرب درایت ہے۔ اور توبہ ردی اور آپ نے خود سوال حدیث غدیر میں فرمایا تھا کہ عقلند آدمی درایت کو ردایت سے ترک نہیں کرتا۔ قاضی صاحب سنکر متحیر ہو گیا۔ اور سر پیچھے جھکایا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد سر اٹھا کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہا کہ آپ کا نیا زمند محمد بن محمد بن نعمان الحارثی۔ یہ سنکر اُدھٹا اور جناب شیخ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھایا۔ اور کہا ”أَنْتَ الْمُفِيدُ حَقًّا“ آپ فی الحقیقت مفید ہیں !!! راقم عرض کرتا ہے کہ دراصل یہ خطاب جناب صاحب العصر علی اللہ فرجہ نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ توقیعات میں مذکور ہے۔ جو آگے نقل ہونگے۔

علمائے مجلس کو یہ امر پسند نہ آیا اور سخت رنجیدہ ہوئے اور قاضی صاحب جھگڑنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ میں لا جواب ہو گیا ہوں۔ اگر آپ حضرات جواب باصواب دیں تو میں انکو اٹھا کر نکال دوں گا۔ یہ سنکر سب سب مہبوت ہو گئے۔ اور حق کا بول بالا ہوا۔ یہ واقعہ مناظرہ مشہور ہو گیا اور اسکی خبر دربار سلطان عضد الدولہ میں بھی پہنچی سلطان عضد الدولہ اور جناب شیخ مفید کی قدر افزائی سلطان نے اسے سفیر

جناب شیخ مفید کی خدمت میں روانہ کئے اور انکو اپنے ساتھ لے آئے سلطان نے تمام باجر اسکو جناب شیخ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور اپنا مرکوب خاص جو طلائی زین پوش۔ لگام مع جمیع اسباب طلائی سے مزین و آراستہ تھا عطا کیا۔ اور جبہ و دستار بیش قیمت اور ایک لاکھ اشرفی اور خادم دیا۔ اور ہر روز دہ من نان اور بیج من گوشت رسد مقرر ہوئی اور چند دیہات من مضافات بغداد بطور جاگیر مرحمت فرمائی۔ سلطان عضد الدولہ آل بویہ کا ایک نامور بادشاہ تھا اور یہ اول شخص ہو کہ

جس کو شاہنشاہ کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ شاہنشاہ جلیل القدر فارغین جید تاجری کی مختصر حالات عضدالدولہ اور فضیلت پرورد اور صاحب توفیق تھا۔ اور سلاطین دنیائیں سے کوئی بھی علم دہن میں ان سے نسبت نہیں رکھتا۔ اور ان کے آثار و مناقب میں مجلدات لکھے گئے ہیں۔ مورخ یا فنی نے لکھا ہے کہ یہ اول شاہ ہے کہ شاہنشاہ سے بلقب ہوا ہے۔ اور اول شخص ہے کہ بغداد کی منابر پر بعد خلیفہ اس کا نام نامی مشہور ہوا ہے۔ شیعی عالمی صاحب شہادت۔ حازم۔ ذکی جواد۔ مہیب۔ خوزر۔ نہ تھا۔ اور اس کے جاسکوس بکثرت تھے کہ جو اطلاعات بلاد دور و راز اور اخبار سلاطین روزگار انکو پہنچا کرتے تھے اور اس کے بنی اعمام میں اسکے مثل کوئی نہ تھا۔

اور صاحب روضۃ العقائد ناقل ہیں کہ سلطان عضدالدولہ خلاصہ سلاطین دہلیم تھا اور اس کے آثار و مناقب میں مجلدات لکھے گئے ہیں۔ عضدالدولہ کی تعریف علماء عامہ کے قلم سے شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب طبقات النجاة میں لکھتا ہے۔ کہ عضدالدولہ علمائے عربیت و ادب میں سے ایک فرد خاص تھا۔ اور فاضل و بخوی و شیعی تھا۔ اور ماہر فنون علوم تھا اور فن عربی میں اباحت خوب و اقوال مرغوب رکھتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن ہشام خوارزمی نے کتاب افضاح میں اُن سے سخنان عالی رتبہ نقل کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ (عضدالدولہ) کامل العقل و عزیز الفضل جس نے سیاست و عدلیۃ بعید الہمتہ و صاحب رآئینہ و محب ضرائف و تارک زواہل تھا۔ اور درباب ذکر ابوعلی فارسی بیان کرتے ہیں کہ جب اُس نے کتاب افضاح علم نجوم تصنیف کی اور نظر سلطان عضدالدولہ سے گزری تو سلطان نے اسکو پسند نہ کیا۔ اور ارشاد کیا کہ یتعلم اطفال کیلئے خوب ہے۔ اور اس میں ہماری معلومات سے جو یا مہربا میں سیکھے تھے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ابوعلی نے کتاب تکملہ تصنیف کر کے سلطان عضدالدولہ کو خدمت میں پیش کی۔ سلطان نے اس کو دیکھ کر فرمایا

کہ ابو علی نے انھیں اُمور کو جو کتاب ایضاح میں ہم نے بیان کئے تھے۔ دُہرایا اور ان مسائل کو الفاظ کا لباس جدید پہنایا ہے۔ جنکو نہ ہم سمجھتے ہیں نہ خود مصنف عالمائے شیعہ ہیں انکے معاصر جناب شیخ صفید تھے حضرت شیخ کی تعظیم و تکریم در عایت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتا تھا۔ اور جو مناظرہ قاضی عبد الجبار اور جناب شیخ کے درمیان ہوا تھا مذکور ہوا کہ جس میں حضرت شیخ نے قاضی صاحب کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ اور انعام و اکرام سے حضرت شیخ کو مالا مال کر دیا۔ علاوہ اسبابِ طاعت و خلعت کا فخر کے چند دیبات بھی مضامین بعد اذ میں بطور جاگہ عطا کئے تھے تاہیچ کثیر میں لکھا ہے کہ عہد الدولہ نے بعد اذ میں ۳۷۲ھ کو اڑتالیس کی عمر میں وفات پائی اور حسب وصیت جنازہ مشہد نجف میں لیا کر جو ار روضہ متبرکہ میں دفن کیا۔ اور عبارت لوح | لوح قبر پر یہ عبارت لکھی گئی۔ هَذَا قَبْرُ عَصَدِ الدَّوْلَةِ تاجِ الْمِلَّةِ أَبِي سَيِّدِ بْنِ مَكْنِ الدَّوْلَةِ أَحَبِّ حِجَاوَةِ هَذَا الْأَمَامِ الْمُعَصَّومِ لَطَمَتْهُ فِي الْخِلَاءِ مِنْ يَوْمٍ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تَجَادُلُ عَنْ نَفْسِهَا وَصَلَوَاتُهُ عَلَى أَحْمَدٍ وَعِوَرَتِهِ الطَّاهِرَةِ۔

سلطان عہد الدولہ کی جملہ آثار میں تجدید عمارت مشہد مقدس حضرت امیر المومنین علیؑ ہے اور دارالشفاعے بعد اذ اور قطرہ بند امیر کی عظمت کی شرح و تصویر پر تفسیر تقریر سے باہر ہے۔ علامہ دوالی نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ اچھی یہ وضع عجوبہ جہاں و نادارہ دوراں ہے کیونکہ حسن صنعت کے ایک پہاڑ دریا کے اندر بہہ گیا ہے۔ اور اس پر اس حسن حصین۔ محکم و استوار رکھی ہے۔ اور بطور ایک خزانہ کے سحر کے اندر ترتیب دیا ہے۔ اور اس پر ایک قصر فریخ الشان تعمیر ہوا ہے ذکر آثار عہد الدولہ | اور یہ ایک عمارت بدیع و مجملہ آثار دولت بادشاہ دین پناہ عہد الدولہ دلیلی ہے جو کہ اپنے عہد میں غرہ سلطین کا مکار و قدودہ طاعت نامدار تھا۔ اور تقویت دین سید الانبیاء اور عظیم سادات علماء میں گوسے سبقت اقران و امثال پر لے گیا تھا۔ اور صفحات دہر اس کے مناقب و مدائح سے

مسکلمین امامیہ میں ایک ممتاز فرقہ تھے۔ اپنے زمانہ میں ریاض طائفہ امامیہ کی طرف تہمت تھی علم فتویٰ و صناعت کلام میں شیخ اسے علمائے اہل علم تھے۔ اور علم فقہ میں بھی تہجد و فقیہ بے نظیر فکر و فہم و تحقیق رکھتے تھے۔ علاوہ انہیں بدیہ گو، حاضر جواب تھے۔ اور قریب و دوسو کے کتبائیں تصنیف کیں۔ فہرست کتب انکی مشہور ہے۔ ولادت انکی سن ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ اور وفات بتاریخ سہ ماہ رمضان سن ۱۱۵۵ھ کو واقع ہوئی۔ اور خوافین و موافقین کی کثرت جو برائے رسم تعزیت و اوراک شرف نماز جنازہ کیلئے ہوئی ایسی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ یوم وفات ایسا اندوگس تھا کہ کبھی ویسا دیکھا نہ گیا۔ اور گریہ و زاری سے کلام مچا ہوا تھا اور مفارقت شیخ سے بے چینی و اضطراب کا سماں دیکھا نہ جاتا تھا۔

علمائے اہل قاضیہ عامیہ کے اقتباسات اور بابائے شیخ مفید آج۔ علامین شہر آشوب کتاب معالم العلماء میں رقم طراز ہیں :- کہ حضرت امام زمان علیہ السلام نے جناب شیخ کو لفظ شیخ مفید سے ملقب فرمایا اور اس کا سبب ہم نے کتاب مناقب ابی ابطال میں ذکر کیا ہے۔ یعنی آنحضرت نے اوائل توفیق میں انکو اسی لقب سے یاد فرمایا۔ ج۔ شیخ رفس بجزئی ناقل ہیں کہ کبھی بن البطریق حلی نے رسالہ نبج العلوم میں لکھا ہے کہ علامہ دیگر خوبی و تقدس شیخ مفید کہ جمیع شیعان میں مسلم ہے۔ ایک ہو جناب حضرت امام صاحب الزمان علیہ السلام نے ہر سہ نامحات میں لفظ اخ سدید دوی رشید و شیخ مفید سے انکو یاد فرمایا۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی مدح ہے۔ اور کافی ہو فخر کیلئے۔ د۔ علامہ علیہ الرحمہ خلاصۃ الاقوال میں لکھتے ہیں کہ محمد بن محمد کا لقب مفید ہے اور اسکی وجہ تسمیہ ہم اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ اور ابن العلم کے لقب سے بھی معروف تھے۔ اور وہ بزرگ ترین منشاخ شیعہ امامیہ اور تیس و ستاؤ فرقہ ناجیہ تھے۔ اور جمیع علما کرام امامیہ جو آج کے بعد عالم وجود میں آئے ہیں جناب شیخ سے سلسلہ تلمذ رکھتے ہیں۔ اور آپ کا فضل و کمال فقہ و کلام و روایت احادیث ائمہ عظام علیہم السلام میں مشہور تر اس سے ہے کہ اس کا وصف ہو۔ جناب شیخ اپنے عہد میں فقہ ترین اور اعلم وقت تھے۔ اور ریاض

دینی و دنیوی فروع حقہ امامیہ کی آپ پرستی تھی۔ حسن خاطر۔ دقیق الفطانت حاضر جواب تھے۔ قریب ہمسو کے آپ نے کتابیں لکھیں۔ سالہ ۱۳۰۰ھ میں وفات پائی۔ اور دنیا علم آئندہ نے میدانِ اُشنان میں کئی نازنازہ بڑھی۔ اور یہ میدان بسبب کثرتِ اجتماعِ حاضرین بھر گیا تھا۔ اور کئی کیونکہ لوگ شکل کھڑے تھے حالانکہ میدان وسیع و عریض تھا۔ پھر انکو انکے مکان میں دفن کیا۔ بعد مدت نقل کر کے مقابرِ قریش میں قریب مزارِ پروردگار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جانبِ قبر استاد شیخ ابوالقاسم جعفر بن قولویہ رحمہ اللہ سپردِ خاک کیا۔

۷۔ ابن کثیر شامی مورخ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ محمد بن محمد نعمان ابو عبد اللہ معروف بہ ابن المعلم شیخ شیعہ ایمان و مصنف و حامی ان کا تھا۔ سلاطین اطراف انکی معتقد تھے۔ کیونکہ اکثر ائمہ سے مذہبِ شیعہ کی طرف مائل تھے۔ اور یہ طائفہ کے علماء اور اکثر میرا کئی دہائیوں میں شریک ہو کر استنادِ علوم کرتے تھے۔ سید رضی علم آئندہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں اور انھوں نے ایک مرتبہ شیخ مہدی کی وفات پر لکھا ہے۔ جو ایسی خوبی میں پیش ہے۔ مہترم کو از حد فاسوس ہے کہ وہ مرتبہ باوجود کئی مبالغہ و مستیاب نہ ہوا۔ امید ہے کہ کتبِ جہان فردوس مآب میں انشاء اللہ ملے گا۔

(۹) علامہ ذہبی نے کتاب البحر اور علامہ یاقینی نے کتاب مرآۃ الجنان میں ترقی و قانع سالہ ۱۳۰۰ھ لکھا ہے کہ اسی سال شیخ مفید نے وفات پائی جو کہ عالم شیعہ ایمان و مشہور و افضیلت صاحب تصانیف کثیرہ بہ حروف بہ شیخ مفید و ابن المعلم تھے۔ علم کلام۔ فقہ۔ مناظرہ میں کمال تو قی رکھتے تھے۔ اور عہدِ دولتِ سلاطین آل بویہ میں سرِ مذہبِ ملت کے علماء سے جلالتِ عظمت کیسے مناظرہ کرتے تھے۔ اور کثرتِ صدقات فی سبیل اللہ دیتے تھے خوشوع و خضوع روزہ و نماز میں شدت و کثرت سے مشغول رہتے تھے اور لباسِ خشن زیب تن فرماتے تھے اور بارہا سلطانِ عضد الدولہ بومی شیخ موصوف کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا تھا اور تعلیم و تکریم۔ انعام و جوائز سے بیش آتا تھا۔ ایک حلیہ مبارک کھینچ اجڑے۔ رنگ گندم گوں۔ قد میانہ تھا۔ ۷۹ سال کی عمر پائی اور

ہو و سوزا کہ کتب آپ کی تصانیف سے ہیں اور روز وفات میں آپ کے جنازہ پر خلافت
 بیشمار جمع ہوئی تھی اور اسی ہزار شیعہ درافضی جنازہ کی مشالعت میں حاضر تھے۔ اور
 رمضان میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ آخر میں لکھتے ہیں ارحم اللہ منہ یعنی جمیع المسنت
 نے ان کی موت رات پائی۔ اور خدا ان کے جنگل مناظرہ سے انکو رہائی دی۔ اتھو
 نہ، علامہ بن حجر عسقلانی جنہیں حضرات المسنت امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں اپنی
 کتاب لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔ محمد بن محمد بن النعمان الشیخ المعین عالم المرافضة
 ابو عبد اللہ بن المعتمد صاحب تصانیف البدعة وحی مائتا تصنیف طعن فیہا علی السلف لہ
 صولۃ عظیمۃ بسبب عضد الدولہ شیعہ ثناؤن الفرافضی مائتا ۱۲۰ھ اسٹی قال
 الخلیف ینصف کتابا کثیرۃ فی ضلالہم والذبح عن اعتقادہم واطحن علی الصحابة والتابعین
 وائمتہ المجتہدین وھلک بھا خلق الی ان ارحم اللہ منہ فی شہر رمضان ثلث دکان
 کثیرا لقتلہ والتشعخ واکا کتاب علی العلم تخرج بہ جماعۃ (ترجمہ) محمد بن محمد بن
 نعمان شیخ مفید رافضیوں کے عالم ابو عبد اللہ کنیت ابن المسلم تصانیف بدعت ہیں کہ جو
 دوسو ہیں طعن کی ہے انہیں سلف پر انکی عضد الدولہ کے باعث بڑی صولیت تھی
 تشیع کی تھی انکے جنازہ کی اسی ہزار رافضیوں وفات پائی ۱۲۰ھ میں کہا
 نے کہ شیخ نے بہت سی کتب ضلال شیعہ اور انکے اعتقاد سے شبہات دفع کرنے
 اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کی طعن میں تصنیف کیں۔ اور گمراہ ہو گیب
 ان کتب کے ایک خلقت یہاں تک کہ راحت دی خدا نے بسبب ان کے ہونے
 کے ماہ رمضان میں کہا میں نے (ابن حجر نے) اور پھر شیخ بہت شکایا کرتے
 حال اور بہت خاشع اور بہت متوجہ علم کی جانب۔ ایک عجیب الہام کا مل ہو کر نکلی۔
 پھر اسکے بعد جناب شیخ کا مقام ولادت و عضد الدولہ کی انکی خدمت میں ضروری
 وغیرہ کا ذکر کر کے نقل فرماتے ہیں ما کان المعین نیا من الدلیل الا جمعة ثم یقوم
 یصل و یطالع او یدرس او یتلو القرآن (لسان المیزان جلد دوم ص ۳۲۷ علی باخوداز
 انتصار الشریعہ ص ۳ جلد ۱) (ترجمہ) مفید شرب کو بہت ہی نوم خف کرتے تھے۔

بھرا اٹھتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے یا مطالعہ کرتے تھے۔ یا درس دیتے تھے یا ملاقات
 قرآن کرتے تھے۔ ان عبارات میں جناب شیخ کے زہد و تقویٰ و کثرتِ صدقات و سیرت
 وغیرہ صفات حمیدہ اور علم کلام و جدل و فقرہ وغیرہ میں کامل ہونیکا جس عہد سے
 اعتراف کیا گیا ہو وہ واضح و روشن ہے۔ پس ایسے بزرگ کی نسبت کیا کوئی یہ کہنے
 کی جرأت کر سکتا ہے (معاذ اللہ) انہیں صدق و عہد و امانت و غیرہ اوصاف نہ
 تھے۔ اور یہ کہنا خطیب کا بہت سے کتب غلال لکھ کر خلقِ خدا کو گمراہ کیا کس قدر
 انصاف سے بعید اور مظہرِ ناصبیت و خارجیت شدید ہے۔ خاصکر ان تمام علمائے مرہ
 کے قلم سے فقرہ اراجِ المدمنہ کا نکلتا خاصکر قابلِ لحاظ ہے کہ جس بخوبی معلوم ہو
 ہے کہ ایک جناب شیخ کی ذات سے حضراتِ عامہ کی کیسی زندگی تلخ رہتی تھی کہ ای
 و ذات پر بے اختیار کہہ اٹھے کہ حدِّ ان کے مریشے راحت دی۔ اور جس شخص نے
 جناب شیخ کے مناظرات اور کتبِ ملاحظہ فرمائی ہیں۔ وہ بھی طرح حضراتِ عامہ کو قول
 کی تصدیق کر سکتا ہے۔ اتنا تو خود خطیب بغدادی صاحب کے قلم سے بھی نقل کیا
 کہ ان جناب کی تصنیفات سے ایک خلقت بھر گمراہ ہو گئی جس کا حضراتِ شیعہ کو یہ
 مطلب سمجھنا چاہیے کہ راہِ راست اختیار کی۔ پھر ایسے بزرگ کی ذات سے کہو
 عامہ راحت سے بے خبر کرتے (انصار الشریعہ جلد ۱)

علاوہ اس کے ناظرینِ کرام اقصایِ عداوتِ عامہ کا اندازہ۔ اور انکی تہذیب و
 شائستگی کا قیاس کر سکتے ہیں کہ ایک فقیہِ اہلبیت علیہم السلام کی عداوت اسے کس
 ریشہ میں کیسے سرایت کر گئی تھی جو انسانی نوع سے گزر کر بصیغۃ کافرتہ پیش کر رہی
 ہے۔ کیونکہ نہ ہو کہ اخیرِ حضرات اُنھیں لوگوں کی یاد دگا ہیں جنھوں نے امام حسینؑ
 فرزندِ رسول کو شہید کر کے نعرہٴ ہجیمہ بلند کیا تھا۔ اور چار مسجدیں یادگار میں کہیں
 علمائے عامہ کا خبیث طینت اور فقرہ اراجِ المدمنہ پر غور سے اس جملہ اراجِ
 سنہ کو دیکھیں تو اس سے جناب شیخ مفید کا عزارتِ علم و فضل اور انکی جلالت
 بڑا اور حامی دین میں ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ قاضی نور الدین شوستر نے اسے مستحق

انسانوں میں لکھا ہو کہ جو زمین عامر نے تصریح کی، وہ جناب شیخ مفید علما
 نے انہیں کوہ پشیمان بنی دلائل ماطہ و براہین قاطعہ سے ملزم و مالیدہ رکھتے تھے۔
 اور ان کے دل و بطن کو ثابت کرتے تھے جتنے معارضہ و مناظرہ سے عاجز و ناتوان
 ہوتے تو اپنے اسلحہ کے مثل ان کے مرگ کی تمنا کرتے تھے جتنا پھر مورخ اس کے
 لہجے نے لکھا ہے کہ جب شیخ مفید کی خبر وفات ابراہیم القاسم حنفی معروف بربیع
 و ہاشمیت و اجماعت کا ایک فاضل تھا، نے سنے تو غرور و سرور و انبساط ہے اس
 سے بے شمار، کو آستانہ کیا اور اپنے احباب و اصحاب کو کہا کہ وہ انکو مبارکباد دے
 رہا اور ان سے کہتا تھا کہ اب مجھے مرنا دشوار نہیں ہو کہ میں نے مرگ شیخ مفید کو گستا
 خانی ہو۔ یہ تقلید بیزید علیہ ہے۔

تراجم کے ساتھ دماغی نیست بیز کہ زندگیانی تو نیز جاودانی نیست
 راقم الحروف عرض کرتا ہو کہ یہ کوئی امر جدید نہیں ہے، ہونفاق و خیف الکلمات ہونیکا بیوت
 و یا۔ مرنا اور حیدر و زوال یا میں قانون قدرت میں داخل ہیں اور ہر ایک متنفس کو یہ
 معلوم موت ناگزیر ہو۔ اگر یہ صناعی جامعہ میں ہو۔ اور عصب و عروق و کینہ سے بچا نیست
 صاف ہوتا۔ تو یہ لایق حرکت ظہور نہ آتی۔ ان کے پیشوا ابو حنیفہ کوئی نے ازراہ تشکا
 و استہزا جناب مومن طاق سے کہا کہ وہ تمہارا گواہ کا ہے کہ وہ قیامت کے
 یوم کھینچے گا۔ اور خدا اُس نے ہلکت لے لی ہو قیامت تک لوگوں کے درغلالت
 زمانہ نے بہت سی کروٹیں بدلیں۔ تو مومن عروج و زوال۔ اقبال و ادبار کا خاکہ
 ہمارے پیش نظر ہے۔ لیکن جناب ہر دو کائنات کی رحلت کے بعد سے جو قشری مسلمانوں
 کے کارنامے و اعذار دیکھے جلتے ہیں۔ اور بجا نورایت نظامانی حالت رد و برتری پر
 ہے۔ اس کا شمع بھی دیگر اقوام عالم میں نہیں پایا جاتا بحسن اسلام کی خاندان نجات
 رکھنے والے اشخاص ان بے نام مسلمانوں کے ہاتھوں ہی ویربادی و ذلت و
 خواری میں مبتلا رہتے آئے ہیں۔ حضرت شیخ مفید میں کیا عجیب تھا جو انکی مرگ
 پر خفاف کے گھر گئی کے چراغ جلے۔ صرف بڑا عیب بڑا نقص یہ تھا کہ وہ

۳۱ نام تو کر کے کسی شخص کو نہ چھوڑا اور ان کے ہاتھوں سے قتل ہوا

المہبت سے ان کا سینہ بے کینہ معور تھا۔ اور علوم المہبت کا نشر و تشويع ان کا مسلک تھا۔ اور اپنی دم تک اس کو نبھایا اور ٹھیکو طلسم کا تار تار الگ کر دیا۔ خدا اُن سے رحم فرمائے۔ رسول اُن سے خوش۔ علی اُن سے راضی بول اُن سے خوش۔

کرامات شیخ مفید اجاب شیخ اسد اللہ کاظمی نے لکھا ہے کہ جناب شیخ مفید صاحب کرامات کثیر تھے (۱) منجملہ کرامات ایک ہے کہ اسکے نام نامی پر درود تو قیامت پہنچا ہوا ہے جو بڑی کرامت ہے۔ اور حضرت شیخ کی جلالت و عظمت کی مظہر ہے۔

(۲) دوسری کرامت یہ ہے کہ جناب شیخ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ مسجد کربلا میں جن شہر بغداد میں ہو بیٹھے ہیں اور جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمہ ہر التشریف لائیں اور حسین کا ہاتھ تھامے ہوئے شیخ کے پاس آکر فرمایا یا شیخ علیہا الفقہ۔ اے شیخ ان دونوں کو علم فقہ پڑھاؤ۔ پس شیخ بیدار ہوئے۔ اور تجر تھے کہ یہ کیسا خواب ہے؟ اور میری کیا مجال کہ امام کو تعلیم دوں۔ پھر صبح کو اُسی سجدہ میں جا کر بیٹھے۔ جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ ناگاہ دیکھا کہ مادر سید مرتضیٰ آئیں اور اسکے گرد و نواں بٹھیں۔ انھوں نے سید مرتضیٰ اور سید رضی کا ہاتھ پکڑ کر شیخ مفید کے پاس لے کر آیا شیخ علیہما الفقہ "یہ دیکھ کر اس خواب کی تعبیر بھی اور سید بن سیدین کی تعلیم و تربیت میں کمال مبالغہ اور توجہ تام کرتے تھے" (۳) کرامت یہ ہے کہ جناب سید مرتضیٰ علم الہدٰی نے اپنے آدمی کو حکم دیا کہ گھوڑے پر زین کسو۔ جناب شیخ مفید نے فرمایا کہ اسپر کتے نے پیشاب کر دیا ہے اور ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ آدمی کو کہو کہ زین کو دھو ڈالے۔ ناپاک ہو۔ اسپر علم الہدٰی نے کہا کہ تنہا آئی گویا قابل اعتنا نہیں ہے اس پر مباحثہ ہوا۔ آخر کار طے ہوا کہ مسئلہ لکھنؤ مقدمہ امیر المومنین پر رکھ دیا جائے چنانچہ رقم لکھنؤ وہاں رکھ دیا اور صبح کو جا کر دیکھا کہ اسپر ثبت تھا۔ "الحق مع ذلک والشیخ معتدی" حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے اور شیخ ہمارا معتمد ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ جناب شیخ و سید نے بالمشافہ حضرت سے یہ سنا !!!

اور چند مباحثات علمی علماء عامہ کے ساتھ جناب شیخ مفید کے مذکور ہوئے جن میں وہ

مستکوب تھے۔ لیکن ایک مباحثہ دلچسپ لطیف جناب شیخ کا خلیفہ ثانی کے ساتھ عالم رویا میں آیہ غار کے متعلق ہوا ہے۔ اور جناب تاج العلماء اعلیٰ اللہ مقامہ نے اسکو کتاب المواعظ ارشاد یہ ۲۹ میں لکھا ہے۔ اس لئے اس کو بھی یہاں لکھتا ہوں جس بناظرین کو محسوس ہوگا کہ جناب شیخ نے خلیفہ جی کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور جواب سکتا شکر بظنیں جھانکنے لگے۔

عالم رویا ویش شیخ مفید کا مناظرہ یا خلیفہ ثانی | عاتہ آیہ غار پر بڑا افتخار کرتے ہیں جیسا سے حق خلیفہ اول میں ناحق مفید سمجھتی ہیں۔ پس مناسب حال ذکر خواہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ ہی جو اس شبہہ کو زائل کرنے کو بہت مفید ہی چنانچہ احتجاج طبری وغیرہ میں ہے کہ جناب شیخ فرماتے ہیں کہ ایک سال کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ایک قصہ خواں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب ہے۔ یہ لوگوں کو مٹانے گئے۔ دیکھا کہ وہ کچھ باتیں بتا رہا ہے کہ جو مطلق انکی سمجھ میں آئیں۔ انھوں نے یہ بات کاٹ کے فرمایا کہ اے شخص آیہ غار سے کون سی فضیلت یا رفاہ بلکہ.... غار کی نکلتی ہے عمر نے کہا چھ دو جہوں سے پہلی یہ کہ اس آیہ میں خدا نے ذکر فرمایا۔ اور انکے ساتھ ہی ذکر ابوبکر آیا۔ انھیں اول اور انھیں ثانی قرار دیا۔ پس فرمایا دوسرا دو آدمیوں سے۔ دوسری یہ کہ ان دونوں کو مکین لامکان نے ایک ہی مکان میں قرار دیدیا۔ کمال اتحاد و الفت کی راہ سے۔ پس فرمایا کہ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ سے عیسوی۔ انھیں مصاحبت سینہ قرار دیا۔ اور فرمایا کہ جب بنی کہتے تھے اپنے مصفا جوتھی اس آیہ سے کمال شفقت بنی حال ابوبکر پر ثابت ہوئی کہ حضرت نے انکی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہر اس نہ کہ کچھ پروا نہیں۔ خدا تو ہمارے ساتھ ہے۔ یا پھر جس خدا کو جس طرح اپنے ساتھ کہا اسی طرح ابوبکر کے ساتھ کہا۔ اور فرمایا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ نہ یہ کہ میرے ساتھ ہے۔

چھٹے یہ کہ خاں اسپرکین بھی معنی بجانب لہستان ہوئی۔ ابوبکر کو اسلئے کہ حضرت کو تو ہمیشہ ہی تسکین تھی۔ پس چھ فضیلتیں ایسی ہیں کہ تم سے ایک بھی نہیں اٹھ سکتی۔ شیخ نے فرمایا کہ تم نے خوب بات کر رکھی مگر قریب ہے کہ راکھ کی طرح ہو اے جھوٹوں سے اڑ کر خاک میں لبجائے اور میری پیشانی پر شکن بھی نہ آئے۔

جوابات شیخ

- (۱) یہ جو تم نے کہا کہ وہ دوستھے تو اسمیں کیا خیر ہے گنتی گنانے سے کیا کام نکلاؤ؟ جب ایک یومن دوسرے یومن کے ساتھ یا ایک یومن دوسرے کا ذکر کے ساتھ بات چیت کرے تو وہ دو کہلائیں گے۔ اس سے کیا حاصل ہے؟
- (۲) اور اس طرح ایک مقام پر پہنچے سے کیا ہوتا ہے؟ اکثر نیک و بد یومن۔ کافر ایک جگہ ہوتے ہیں۔ جیسے یومن۔ منافق و کافر مسجد بنی میں جمع ہو کر جو غار سے بھی ٹپھ کے پھٹی اور اس طرح کشتی نوح میں نیک و بد سب کھو۔ بنی بھی کھے اور بن بھی تھما۔ رکت بھی تھما۔
- (۳) اور تسکین ذکر صحبت تو اسمیں کیا فضیلت ہے؟ جب قرآن میں کافر برائے اطلاق صاحب و مصاحب آیا۔ اور اہل زبان نے جافوز اور تلوار اور حرار (گدھا) تک کو صاحب کہا تو اب اس لفظ سے خلیفہ صاحب کو کیا صاحبی لگ جائیگی؟
- (۴) اور یہ جو تم نے کہا کہ پیغمبر نے اسکی تسکین کو کہا کہ نہ ڈرتو۔ نہ ڈر تو یہ مع نہیں بلکہ ہے۔ اس سے کہ اگر ڈرنا بجا تھا تو پیغمبر کو منع کرنا اہل کتاب کے خلاف تھا۔ پس ضرور وہ بجا تھا۔
- (۵) اور یہ خیال کہ پیغمبر نے تمہا اپنے ساتھ خدا کو نہ کہا بلکہ پیغمبر نے تمہا اپنے ساتھ خدا ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ تعظیماً اطلاق جمع کیا ہو۔ جب یہاں فرق اسنے نہ کیا ہے۔ ہم نے نازل کیا قرآن اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اور یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ میں پوئے نہیں رہتا بلکہ مجھے آپ کا اور جناب میرا کام ہے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ پیغمبر وہ غم نہ کہا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خلیفہ پیغمبر اور اسکی ایک ہے؟

(۶) اور لیکن تشکیں دینا خدا کا تو قرآن مجید سے منظر اظہار ہے کہ تشکیں اسی کو دینی تھی جسکی ۔ لشکر سے لگتی ۔ اور اگر صاحب لشکر بھی خلیفہ صاحب ٹھہرے تو ان کے پاس نہ لاؤ نہ لشکر ۔ دوسرا کہیں جناب سالکاب کی نبوت باطل ہوئی جاتی ہے ۔ طرفہ یہ کہ اور دو آیتوں میں نزول تشکیں کا ذکر آیا ہے ۔ اور ان میں یہ تصریح خدا کے مومنین حاضر الوقت کو بھی شریک فرمایا ہے ۔ پس اگر یہاں بھی کوئی مومن حضرت کے ساتھ ہوتا تو شریک حضرت کیا جاتا ۔ پس خلیفہ کا تشکیں سے خارج ہونا دلیل ہے اس کے خارج ہونے کی ۔ بہر طور وہ ٹھہرے ۔ یہ سنکے وہ سن ہو گیا اور کچھ جواب دینے والا ۔ یہاں تک کہ میں جاگ اٹھا ۔

راقم الحروف عرض بردار ہے کہ آیہ غار کے متعلق جو استدلال خلیفہ ثانی نے پیش کیا ۔ بعینہ ان کے مقلد بھی کہا کرتے ہیں ۔ لیکن بقول عرب ”لن یصلح الوطار ما افسده الدھر“ اس کی چولیس ڈھیلی ہی نہ ہتی آئی ہیں ۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے ۔ ایک طرف الطبع شاعر نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے ۔
بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل بیناں
میرین آں امام کہ فرانش برده مار بیناں
من ایں امام مارگزید مجھجا برم
(باقی آئندہ)

سوالات انجم کا جواب

(رابط کیلئے اصلاح کا گزشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

سوال نمبر ۱۔ اگر جناب امیر علیہ السلام کا خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کرنا بوجہ کمزوری یا بزدلی یا بے سامانی کے تھا تو ایسا فرمائیے ۔ اور اگر بوجہ وصیت رسول کے تھا تو کیا اس وصیت میں یہ تصریح ہے کہ اے علی فلاں سن تک یا فلاں شخص کے مقابلہ میں صبر کرنا ۔ اگر یہ تصریح ہے تو وہ ردائیں بجا الہ کتاب و صفحہ لکھئے اور اگر نہیں ہے تو پھر جناب امیر علیہ السلام نے جمل اور صفین والوں کیوں قتال کیا ۔
جواب ۔ جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا خلیفہ اول کے

ہاتھ پر بیعت کرنا محض غلط جھوٹ اور ظلم واقعہ سے اور یہ بھی حضرت اہلسنت کا
 افتراء و بہتان ہے۔ عام تاریخیں اور کل کتب حدیث کا ذکر کہہ ہی ہیں کہ حضرت علی اور
 آپ کے ساتھ بڑے جلیل القدر صحابہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا چنانچہ
 علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں۔ **فَبَايَعَهُ عُمَرُو دِمَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ**
أَوْ لَبِصُ الْأَنْصَارِ لَا بَيَاعَ إِلَّا عَلَيْنَا قَالُوا عُلْنَا قَالُوا عُلْنَا قَالُوا عُلْنَا قَالُوا عُلْنَا قَالُوا عُلْنَا
عَلَى بَيَاعِ عَلِيٍّ یعنی حضرت ابوبکر کی بیعت حضرت عمر نے کر لی پھر دوسرے لوگوں نے بھی کی
 مگر انصار نے کہا کہ ہم تو حضرت علی کے سوا کسی کی بیعت نہیں کر سکیے بغرض حضرت
 ابوبکر کی بیعت حضرت علی اور نبی باغیہ کے لئے سب الگ ہی رہے اور یہی
 کہنا کہ جب تک حضرت علی کی بیعت نہیں کی جاتی تھی تو ان کو پیام میں نہیں کر دیا۔
 (تاریخ کامل طبوہ مصر جلد ۲ ص ۱۲)۔ دیکھئے اس روایت سے صاف معلوم ہوا
 کہ حضرت علی نے اول صاحب کی بیعت نہیں کی۔ ہاں آج لوگوں نے یہ افتراء کیا ہے کہ
 اس کے بعد حضرت نے یہ بھی بیعت کر لی۔ مگر یہ محض بہتان عظیم ہے۔ ویسا ہی بہتان
 جیسا حضرت عائشہ کے بار میں کیا گیا تھا کہ انھوں نے صفوان بن مہطل سے
 ناجائز شوق کیا اور اسی غرض کیلئے قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ پس اگر یہ افتراء
 و بہتان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آپ لوگوں کو حضرت عائشہ پر جو یہ افتراء کیا گیا اس کو صحیح
 ماننا پڑے گا جب ہی تو آج تک اس قدر تفصیل و توضیح سے اس واقعہ کو دیکھتے رہتے
 ہیں کہ عیسائی اور آریہ حضرات کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ غرض آپ حضرات نے
 اپنے افتراء و بہتان سے جب نہ خدا کو چھوڑا نہ رسول کو اور نہ حضرت عائشہ کو
 زنا سے بچیں تو حضرت علی پر آپ کو ان کے نیچے کہ حضرت نے حضرت ابوبکر
 کی بیعت کی۔ بلکہ خود حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ حضرات نے جسے بڑے اتہام
 قائم کئے۔ اگر طول نہ ہوتا تو میں چند واقعات نقل کرتا لیکن مختصار کے خیال
 سے صرف دو واقعہ حاضر ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے مورخ علامہ طبری حضرت
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بار میں لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے **إِذَا جِئْتُ أَوَّلَ ذِي الْحِجَّةِ**

دُرِّ مَكَّةَ سَمِعْتُ عَزَّ فَا بِالَّذِي وَالْمَنَامِذِلَ عَنِ جِبِّ مَكَّةَ كَهْرُوسَ بَيْتِ
 گھر کے پاس آیا تو ڈھول باجون کی آواز اور گانا سنا فخلستُ انظرُ اليهم نو
 میں طمنا سے بیٹھ کر یہ تماشہ دیکھنے لگا ثُمَّ قُلْتُ لَهُ لَيْكَةِ أَحَدِي مِثْلَ ذَلِكَ
 فقال اقول فخرجت فسمعتُ حِينَ جِئْتُ مَكَّةَ مِثْلَ مَا سَمِعْتُ حِينَ دَخَلْتُ
 مَكَّةَ بِذَلِكَ اللَّيْلَةِ فخلستُ انظرُ یعنی پھر میں دوسری رات کو بھی نکلا تو پہلی
 رات کی طرح اس رات میں بھی وہی جشن وہی گانا باجہ تھا تو میں آج بھی بیٹھا طمنا
 سے یہ تماشہ دیکھنے لگا (تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۹ ص ۱۹۷) اب دوسرا فقرہ
 ملاحظہ ہو۔ آپ کے شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی لکھتے ہیں آنحضرت
 نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی۔ کفار بھی موجود تھے جب آئے یہ آت پڑھی
 وَمَنَاقَةُ الثَّالِثَةِ الْأَحَدِي تَوْشِيحُ الشَّيْطَانِ نَے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیے
 بَلَّكَ الْغُرَابِيُّ الْعُلَى وَأَنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُورَجَّحَ لِي عَنِ رُبِّكَ عَظِيمٌ وَمُحْتَرَمٌ
 میں اور انکی شفاعت مقبول ہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے سجدہ کیا اور تمام
 کفار نے آپ کی متابعت کی (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۷۱) یہ نہ خیال فرمائیے گا
 کہ صرف مولوی شبلی صاحب نے اس کو لکھا ہے بلکہ بڑے بڑے محدثین و مؤرخین و
 مفسرین اس واقعہ کو پوری تفصیل سے لکھتے آئے ہیں خود مولوی شبلی صاحب
 بیان کرتے ہیں کہ ”بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے ان
 طبری۔ ابن ابی حاتم۔ ابن النذر۔ ابن مردیہ۔ ابن اسحاق۔ موسیٰ بن
 عقبہ۔ ابو معشر۔ شہرت عام رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تعجب یہ کہ حافظ ابن حجر کو حرم
 کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایت کی صحت پر اصرار ہے۔ چنانچہ
 لکھتے ہیں وقد ذكرنا ان ثلاثة اسانيد منها على شطايع صحيح وهي ما سئل عن شطايع
 من يحتم بالمرسل یعنی ہم نے او پر بیان کیا ہے کہ اس روایت کی تین سندیں صحیح
 کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روایتیں مرسل ہیں اور ان کے وہ لوگ استدلال کرتے
 ہیں جو مرسل روایتوں کے قائل ہیں“ (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۷۱) اس بیان

میں مولوی شبلی صاحب نے جو لکھا کہ ”شیطان آپ کی زبان پر یہ الفاظ نکلا دیئے“ تو یہ بات مخالفین کا جواب دینے کیلئے بڑھائی گئی ہے ورنہ اصل روایت یہ ہے کہ خود حضرت ہی نے ان قرآن کی تشریف کی اور بھول چوک سے بھی نہیں بلکہ مشرکین کی ساز باز سے کی تھی۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں: **وَأَخْبَرَنَا** جَرِيْدُ ابْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ ابْنِ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ يَسْتَدِ صَحِيْحٍ عَنْ ابْنِ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ قَالَ لِيْكَرْبُ بْنُ لَبْرِسٍ لِّلَّهِمَّ لَوْ ذَكَرْتُ الْإِسْمَ فِي مَلَأْتُ فَمَكَاتٍ وَأَمَّا لَيْسَ بِكَ إِلَّا إِرَادَ الْنَّاسِ وَصُعْقَاؤُهُمْ فَكَأَنَّهُ إِذَا أَوْثَقْنَا عَيْنَكَ تَحْتَ الْبَاسِ بِذَلِكَ فَاتَّوَكَّلْ فَتَأْمَنُ بِصَلَاتِكَ وَالْجَنَّةِ حَتَّى بَلَغَ أَخْبَارُكُمْ اللَّاتِ وَالْغَزَى وَمَنْ أَلَا الثَّلَاثَةَ الْآخِرَى تِلْكَ الْغَزَايِي الْكُلِّي وَشَفَاعَتُهُمْ مَوْضِعُ مِثْلِهِمْ لَا يُلْطَى فَلَمَّا دُرِّعَ مِنْ خَيْمِ السُّورَةِ سَكَتَ وَسَجَدَ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ بِعَنِي

ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے سند صحیح سے روایت کی ہے کہ انکار کہ نے حضرت رسول خدا سے کہا کہ آپ اگر اپنے بیان میں ہمارے تو ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں کیونکہ اس وقت تو آپ کے ساتھ صرف رذیل اور حق نواز رہتے ہیں۔ جب وہ لوگ ہم کو گونگو بھی آپ کے پاس بیٹھا دیکھیں گے تو وہ لوگ اس کا چرچہ ہو گا اور پھر لوگ آپ کے پاس آئے نہ لگیں گے۔ یہ باتیں ہونے لگیں حضرت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ اور سورہ النجم کو شروع کیا یہاں تک کہ جب آیت **أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْغَزَى وَمَنْ أَلَا الثَّلَاثَةَ الْآخِرَى** تک پہنچے تو رذیل فرمایا یہ سب بت بڑے معزز اور عظیم ہیں اور انکی شفاعت یقیناً پسند ہی آئیگی اور یہ سب بت اس درجہ کے ہیں کہ خدا انکو قبول نہیں سکتا۔ یہ جو حضرت سورہ ختم کر چکے تو سبحان کیا اور مسلمانوں اور کافروں نے بھی آئیں ساتھ آہرہ کیا (تفسیر درمشور جلد ۴ ص ۳۶) اور نیز النجم صاحب ایہ درمشور آپ ہی کے مذہب کی کتاب تھی اور اس کے مصنف بھی تو آپ ہی کے مذہبی پیشوا ہیں جو لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلعم نے کافروں کی سازش سے بونہی قربت کی

پس جب حضرت رسول خدا صلعم ایسے بُت شکن بزرگ آپلوگوں نے اتنا بڑا بیتا
 قائم کر دیا تو حضرت علیؑ بھی آنحضرت ہی کے نفس میں اور دونوں بزرگ ایک ہی
 نور سے پیدا ہوئے ہیں حضرت پر بھی افترا و بہتان کا ہونا ضروری تھا جو اس
 صورت میں ظاہر کیا گیا کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر کی بیعت کی دونوں
 اتنا موٹی خوبصورتی ملاحظہ ہو کہ ایک میں حضرت رسولؐ اور بت رکھ گئے تو دوسرے
 میں حضرت علیؑ اور ابو بکرؓ! فرمائیے رسولؐ کی جگہ کون قرار پایا اور بت کی جگہ کون؟
 اس سوال کی دوسری شق یہ ہے ”اگر بوجہ وصیت رسولؐ نے تھا تو کیا اس بوجہ
 میں یہ تصریح ہے کہ اے علیؑ فلاں سن یا فلاں اشخاص کے مقابل میں صبر
 کرنا۔ اگر یہ تصریح ہے تو وہ ردائیں بجا الہ کتاب و صفحہ یکم“۔ حضرت علیؑ نے
 بیعت تو کی ہی نہیں محض افترا و بہتان ہے۔ ہاں حضرت رسول خدا صلعم نے
 آپ سے صبر کی وصیت فرمودی تھی اور اسی وصیت کی وجہ سے حضرت علیؑ کا صبر
 ہے اور حضرت صلعم نے وصیت میں ظاہر بھی کر دیا تھا کہ کن لوگوں کے مقابل میں
 صبر کرنا۔ آپ کے شاہ عبداللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں ”بعد از ان فرمود
 برادر من علی را بیارید۔ علی بیاید و بر بالین آن حضرت بنشست و سر پیش را بر
 زانوئے خویش نهاد و آن سر در فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندین مبلغ
 دارد کہ از تو بگرا بختم لشکراں من بقرض گرفته بودم ز نبار کہ حق اور از زمین ادا کنی
 و فرمودے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر من برسی و بعد از من
 مکروہات تو خواهد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی چوں ببینی کہ مردم دنیا
 اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی یعنی اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا
 کہ میرے بھائی علیؑ کو میرے قریب بلا دو۔ حضرت علیؑ آگئے اور آپ کے سر ہائے زیلہ گرے
 اور حضرت کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا۔ تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے
 علیؑ تم پہلے شخص ہو گے کہ میری پائیں حوض کوثر پر پہنچو گے اور میرے بعد ہی بہت
 مکروہات تم کو پہنچیں گے تو چاہئے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جبرئیلؑ چہانہ کہ

۲ غلام ہودی کا سیر نہ اس قدر نقص ہے جس کو میں نے اس سے لشکراں من بقرض لے کر دیا تھا۔ دیکھو اس کی تفسیر میری طرف مقرر فرما دو اور دنیا اور فرمایا اے علیؑ

لوگ دنیا اختیار کر رہے ہیں تو تم آخرت ہی کو اختیار کئے رہنا۔“ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۱۱) اگر آپ غور کریں تو اس وصیتہ میں سب کچھ موجود ہے حضرت فرماتے ہیں کہ ”اے علی میرے بعد ہی بہت سے مکروہات تم کو پہنچیں گے تم صبر کرنا۔“ جس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہی جو مکروہات حضرت علی کو پہنچے ان پر صبر کرنے کی تاکید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور آنحضرت کے بعد ہی جن لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ان کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کرنے کی وصیت حضرت علی سے فرما رہے ہیں۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے ۲۵ سال بعد کا ہے۔ آنحضرت کے بعد ہی کا زمانہ نہیں ہے۔ لہذا وصیتہ کا تعلق بھی اُس زمانہ سے نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صاف فرما رہے ہیں ”بعد از من“ یعنی میرے بعد۔ پس آنحضرت کے بعد کیا جمل وصفین کے واقعات ہوئے؟ یا غضبِ خلافت کے مکروہات پیش آئے؟ تو ہم سب کی وصیتہ کا تعلق بھی انھیں مکروہات سے ہو گا یا اور کسی سے؟ اگر اب بھی شک شبہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ”چوں یہ مینی کہ مردم دنیا اختیار کنند یعنی جب دنیا چھوڑنا کہ لوگ دنیا اختیار کر رہے ہیں پر غور فرمائیے کہ یہ جملہ اُس جگہ بولتے ہیں جہاں لوگ پہلے سے دنیا کو اختیار نہ کئے ہوں اور نئے حال پر اختیار کریں۔ اُس جگہ نہیں ہو سکتے جہاں لوگ پہلے ہی سے دنیا اختیار کئے ہوں۔ لہذا اس کا تعلق بھی خلافتِ اولیٰ ہی ہو گا جو پہلے سے دنیا اختیار نہیں کر سکے تھے کیونکہ آنحضرت زندہ تھے اور آنحضرت کے انتقال پر فوراً دنیا اختیار کرنے لگے۔ برخلاف جمل وصفین کے کہ وہاں تو وہی لوگ تھے جو پہلے سے دنیا اختیار کئے ہوئے تھے۔ وہاں جملہ بول ہی نہیں سکے کہ ”مردم دنیا اختیار کنند“ بلکہ وہاں یہ کہیں ”مردم دنیا اختیار کردہ اند“ یا اسی طرح کی اور عبارت۔

ادبیٹرا لجم سے چند سوالات | اس وصیتہ میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں

مگر میں اڈیٹر انجم سے صرف دو سوال کرتا ہوں (۱) جب حضرت علی حضرت رسول
صلعم کے وارث اور خلیفہ بلا فصل نہیں تھے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اپنا
قرض ادا کر نیکی وصیت کیوں کی۔ ابنتی بی بی حضرت عائشہ یا خسر حضرت ابو
سے کیوں کی؟ حضرت علی آنحضرت صلعم کے فرزند نہیں تھے نہ کوئی نقد مال
آنحضرت کا حضرت علی کے پاس تھا۔ پھر حضرت علی سے اسکی وصیت اُس رنگ
نے کیوں کی جس کے بار میں ہر دُعا ینطق عن الھوی ان ھو الا دھوی یوحی
یعنی ہمارا رسول اپنے دل سے تو کوئی بات کہتا ہی نہیں وہ جو کہتا ہی ہماری
طرف سے وحی کے بعد کہتا ہے تو آنحضرت نے حضرت علی سے یہ وصیت بھی وحی
خدا کے مطابق کی۔ تو کس وجہ سے خدا نے آنحضرت کو حکم دیا کہ یہ وصیت حضرت
علی سے کر دو اور حضرت ابو بکر یا عمر یا عائشہ سے نہیں کہا۔

(۲) آنحضرت نے حضرت علی سے یہ کیوں فرمایا کہ تم پہلے شخص ہو گے جو سیر بعد حوض کوثر پر مجھ سے ملو گے ؟ حالانکہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان نے حضرت علی سے پہلے انتقال کیا تو یہ تینوں حضرات مگر کہاں جانیوالے تھے جن کو آنحضرت نے حوض کوثر پر آنی کی خوشخبری نہیں دی۔ بلکہ حضرت علی کو سب سے پہلے ملنے والے بتایا !!! کیا اس وصیت سے ان حضرات کے آخری انجام کی تصریح بھی مہذب عنوان سے نہیں ہو گئی ؟

آڈیٹر انجم صاحب کے اس سوال کی آخری شق یہ ہے ”پھر جناب امیر علیہ السلام نے حمل اور صلفین والوں سے کیوں قتال کیا“

جواب۔ حضرت نے جبل اور حوضین والوں کے قتال اس وجہ کیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خدا کے مطابق حضرت امیر المومنین سے ایسا ہی فرمایا تھا۔

احادیث اہلسنت کے بڑے ذخیرہ کنز العمال میں ہے اَنَا اَقْبَلُ عَلَى تَبْيِذِ الْقُرْآنِ وَعَلَى قِتَالِ عَلِيٍّ ثَابِتٌ لِي فِي هَذِهِ رِسْوَتهُ صَلَّوْهُ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں ان کی تعزیل پر قتال کرتا رہا ہوں اور علی قرآن کی تادیل پر قتال کر چکے۔

فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ فِيكُمْ لَرَجُلًا بِقَاتِلٍ النَّاسِ مِنْ بَعْدِي عَلَى تَابِلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ الْمُشْرِكِينَ عَلَى تَنْزِيلِهِ وَهُمْ يَشْكُرُونَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيُكَبِّرُ تَكْبِيرَهُمْ عَلَى النَّاسِ حَتَّى يُطْعَمُونَ عَلَى دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَيَسْحَبُونَ عَمَلَهُ كَمَا سَحَبَ مُوسَى أَمْرَ السَّفِينَةِ وَالْعُلَامَ وَالْحِلْدَ ائِمَّاتِ ذَلِكَ عَمَلُهُ

سبّوحی اللہ تعالیٰ یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً تم میں وہ شخص ہے جو میرے بعد تائیل قرآن پر لوگوں سے اسی طرح قتال کرے گا جیسا طرح میں تنزیل قرآن پر مشرکین سے جہاد کر رہا ہوں حالانکہ وہ لوگ کلمہ توحید پڑھتے ہونگے تو ان لوگوں کا قتل ہونا آدمیوں کو بڑا افسوس ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ولی راہ اعتراض کریں گے اور اس ولی خدا کے عمل پر ناراض ہونگے جس طرح حضرت موسیٰؑ پر پیغمبر گشتی اور لڑکے اور دیوار کے معاملہ میں ناراض ہوئے تھے تو یہ سب باتیں ہوئیں خدا حضرت سے راضی رہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

غرض واقعہ محلہ اور صفین کے متعلق بجزرت حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ آنحضرتؐ صلعم نے حضرت علیؑ کو ان لوگوں سے قتال کرینے کی تاکید کی تھی حضرت علیؑ سے فرمایا مَّا اَنْتَ اَسِيكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَالِيَةِ اَمْرٍ فَاِذَا كَانَ ذَلِكَ فَاَنْتَ دُوْحٌ عَلٰى اَمْلٍ مِّنْهَا یعنی اے علیؑ تم سے اور عایشہ سے قتال ہوگا تو تم عایشہ کو اون کے گھر کی طرف دالیں کرو تیار (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶) اور حضرت علیؑ فرماتے تھے عَهْدٌ اِلَى النَّبِيِّ اَنْ اَقَاتِلَ النَّاسِ كَثِيْرًا وَاَلْقَا سَاطِیْنًا وَاَلْمَارِ قِيْنَ یعنی مجھ سے حضرت رسولؐ خدا صلعم نے اس بات کا عہد لیا تھا کہ میں ناکثین - قاسطین اور مارقین سے ضرور قتال کروں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷) اب لغت کی کتابوں میں دیکھئے کہ ناکثین - قاسطین اور مارقین کون تھے۔ امام الامت جناب مولوی وحید الزماں خان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں اِنْشَاءً بِقَاتِلِ النَّاسِ كَثِيْرًا وَاَلْقَا سَاطِیْنًا وَاَلْمَارِ قِيْنَ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ کو حکم ہوا بیعت توڑنے والوں اور بے انصاف ظالموں اور دین سے باہر ہو جانے والوں سے لڑنے کا۔ ناکثین یعنی بیعت توڑنے والے اصحاب باجمل تھے جو حضرت علیؑ سے بیعت

کر کے پھر پھر گئے اور لڑنے کو مستعد ہوئے۔ طلحہ و زبر اور حضرت عالمشہ بھی ان لوگوں میں تھے مگر ان تینوں صاحبوں نے بعد کو توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہو کر اور قاسطین مویہ اور ادن کے ساتھ والے تھے جو ظالم اور باغی اور خلیفہ برحق سے مقابلہ کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے توبہ نہیں کی اور مرنے تک اپنی خطا پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَا أَتَاهَا سِطُونٌ فَمَا نَزَلْهُمْ حَطْبًا**۔ اور یاقین سے مراد دین سے باہر ہو جانے والے خارجی مردود تھے جو مومنوں کے سردار اور غوثِ تامر مسلمانوں کو کافر کہہ کر خود کافر بن گئے۔ اگرچہ بڑے نمازی اور تہجد گزار اور قاری قرآن تھے مگر جب تک دلیلیں ایمان اور خدا و رسول اور آل رسول کی محبت نہ ہو یہ سب بیکار ہے۔ (الانوار اللغۃ پارہ ۲ ص ۵۵) اگر اب بھی آپ سچے تو یوں سمجھئے کہ خدا نے حضرت علی کو حضرت رسولؐ کا جانشین بنایا تھا تو جس طرح آنحضرتؐ صلعم نے مکہ میں کفار سے قتال نہیں کیا اور اہل ینہ میں آکر کیا۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثین سے قتال نہیں کیا اور اہل دھن و دھن والوں سے کیا۔ جو وجہ حضرت رسولؐ کا صلعم نے صبر کرنے اور آخر میں قتال کرنے کی تھی وہی حضرت علیؑ کی بھی شروع میں صبر کرنے اور آخر میں قتال کرنے کی تھی۔ (باقی آئندہ) محمد سعید مظفر پور

الہجذہ شیعہ اور عزاداری

فرقہ حقہ شیعہ کی روز افزوں ترقی اور نوز عزا داری کی یو آئیو آضاء سے اخبار الہجذہ امرت جس قدر حیران دہر لیشان رہتا ہے وہ بہت قابل رحم ہو سیکوچہ سے ہر سال اشتہار شایع کر کے لوگوں کو اس تبلیغی عبادت سے روکتا اور اخباریں بھی مختلف مضامین شایع کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس سال بھی محرم شروع ہونے ہی ایک مضمون ”اسلامی سال نو مبارک“ لکھا جس پر مختصر تبصرہ ماہ محرم کے رسالہ صلاح میں کیا گیا۔ دوسرے مضمون الہجذہ مورخہ ۸ محرم کو شایع کیا جس میں وہی پرانی باتیں اعا دہ کیں جن کا جواب سیکڑوں مرتبہ دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ تخریہ وغیرہ

کے متعلق لکھتا ہے ”اس میں مال و دولت کتنی برباد ہوتی ہے کچھ تہہ نہیں وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول جاتا ہے۔ اسکی بحث ہمیں۔ فسادات کتنے ہوتے ہیں اس کا شمار نہیں۔ آوارگی اور بچلنی کے کتنے واقعات اس ضمن میں ہوتے ہیں انکی کوئی تعداد نہیں۔ بے دینی اور غفلت کے کیسے کیسے منظر قائم ہوتے ہیں اسکی برواہ نہیں مگر مسلمانوں کی ایک جماعت ہے اکیلا تہہ کثیر ہے جو انھیں حالات میں مبتلا ہے اور اس کو سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی یادگار اور اسلام کی شوکت و عظمت سے تعبیر کرتا ہے“

اگر مذکورہ بالا وجوہ سے کوئی عبادت قابل ترک ہو جائے تو پھر مسلمانوں کو چاہئے کہ قربانی کو بھی ترک کر دیں۔ کیونکہ اس میں بھی مال و دولت کس قدر برباد ہوتی ہے وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول جاتا ہے۔ فسادات کتنے ہوتے ہیں۔ کثیر التعداد نجسین قلیل النعماء مسلمانوں کے گھروں میں گھسکر بے عزتی اور تنگ عصمت و عفت کے کیسے کیسے خوزیری اور خانہ بربادی اور قید و پیمانی کے کتنے واقعات اسکی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سفاکی ظلم اور بربریت کے کیسے سامان نظر آتے ہیں تو کیا الہدیت حضرات نے اسباب سے قربانی ایسی باعث شوکت و عظمت اسلام عبادت کو ترک کر دیا؟ پھر کیا اذان کو بھی ترک کر دینا چاہئے کیونکہ اسکی وجہ سے بھی مسلمانوں کے امن میں خلل پڑتا ہے۔ مسجد دشمنی بے حرمتی ہوتی ہے کشت و خون۔ نزاعات و مقدمات کی وجہ سے مسلمان زیر بار ہوتے رہتے ہیں۔ اور کیا مسجدوں میں نماز پڑھنی بھی چھوڑ دینی چاہئے؟ اس لئے کہ مندر مسجدوں کے سامنے باجہ بجائے گزرتے ہیں تو مسلمان براؤ درخت ہو کر اس آادہ جنگ ہوتے ہیں جس سے فتنہ و فسادات برپا ہوتے رہتے ہیں۔ غرض اگر الہدیت کے بیان کردہ وجوہ صحیح بھی ہوں اور انکی وجہ سے عزاداری کو ترک کر دینا مناسب ہی تو نہ کہ ہلا وجوہ سے۔ قربانی۔ اذان۔ مسجد و غیرہ نازکے متعلق بھی ایسی ہی سے قائم کرنی پڑے گی۔ ہاں ایک چیز تو یہ ہی گئی۔ ماہ صیام میں روزہ رکھنا اور شب کو سراج

پڑھنی بھی چھوڑ دینی چاہیے کیونکہ روزہ رکھنے سے دن بھر مسلمانوں کو بھوک پیاس - صعب و نقاہت کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ جو وقت ضروری کاموں میں صرف ہوتا تھا روزہ رکھنے سے وہ ضائع ہوتا ہے اور کاروبار معطل ہوتا ہے۔ شام کو اکثر مسجد وغیرہ افطار کرنے کا سامان ہوتا ہے جہاں بہت سے مرد اور عورتیں افطاری لینے کو جمع ہوتی ہیں تو اس ضمن میں اس بھڑکے اندر آوارگی اور بدچلنی کے کتنے شرمناک واقعات ہو جاتے ہیں۔ بے دینی، بے غیرتی، بے حسیتی کا ہلی - رفت خوری - دیوہ گری اور گداگری کے کیسے کیسے منظر قائم ہوتے ہیں تو ان دعوہ سے روزہ بھی قابل ترک ہو جائیگا؟ پھر شب کو تراویح میں جو کچھ آڑتے ہیں انکی تصویر تو کچھ ہی نہیں سکتی۔ وہ وہ فواحش ہوتے ہیں کہ الاماں پر شرمناک باتیں کی جاتی ہیں کہ خدا پناہ میں رکھے چنانچہ امام ابو شامہ اپنی کتاب البیہ علی انکار البدع و الاحداث میں لکھتے ہیں۔ وقد اکر الامام الطبرطوسی علی اهل القیروان اجتماعهم لیلة الختم فی صلاة التراويح فی شہر رمضان و نصب المنابر و بین انہ بدعة و منکروان مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کرہہ ثم قال فان قیل انه یا شمر فاعل ذلک فالجواب ان یقال ان کان ذلک علی وجہ السلامة من اللغو و لم یکن الا الرجال و النساء منفردین بعضہ عن بعض لیس معون الذکر و لم یتھلک فیہ شعائر الرحمن فھذا البدعة التي کویا مالک رحمہ اللہ تعالیٰ و لما ان کان علی الوجہ الذی یجوز فی هذا الزمان من اختلاط الرجال و النساء و عداۃ اجسامہم و من احمة من فی قلبہ مرض من اهل الریب و معانقة بعضہم بعض کما حکي لنا ان رجلا وجد یطام امرأة و هم دون فی زحام الناس۔ قال و حکت لنا امرأتان رجلا و اتعرا فھا حال بینھما الا الشیاب۔ و امثال ذلک من الفسق و اللغو فھذا فسق ینفسق الذی یكون سبباً لا اجتماعہم یعنی اور اعتراض کیا ہے امام طبرطوسی نے اہل قیروان کے اس فعل پر کہ وہ ختم تراویح کے وقت ماہ رمضان میں مجمع کرتے

تھے اور مبزوں کو نصب کرتے تھے جسے طوطی نے واضح طور پر بیان کیا کہ یہ بدعت ہے اور فحش و منکر۔ امام مالک رحمہ اللہ اسے مکروہ جانتے۔ پھر کہا اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا ایسے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ جلسہ طوطی پر ہو کہ فحش باتوں سے اطمینان ہو گلچنب نہ ہو مردِ علیحدہ ہوں عورتیں علیحدہ ہوں۔ کسی طرح کی معصیت خدا عمل میں نہ لائی جائے۔ صرف لوگ وعظ و پند سنا کریں۔ شاعر خدا کی ہتک حرمت نہ ہو تو امام مالک کے نزدیک یہ بدعت مکروہ ہے اور اگر اس طرح یہ ہو جیسا کہ آج کل جاری و ساری ہے کہ مرد اور عورتیں ملی جلی رہتی ہیں۔ ایک کا بدن دوسرے سے رگڑ کھاتا ہے اور ایک دوسرے کو شہوت کے جوش اور بدکاری کی کوشش میں دھکا دھکی کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے معاہدہ کرتا ہے۔ گلے ملتے ہیں۔ جیسا کہ یہ حکایت کیجاتی ہے کہ اس مجمع میں بیکھا گیا جب سب لوگ کھڑے تھے۔ تو ایک اصیبنی مرد اصیبنی عورت سے زنا کر رہا تھا یا خود سمجھ۔ بے ایک عورت نے بیان کیا کہ ایک مرد نے اسی مجمع میں میرے ساتھ زنا کیا اور دونوں میں سو اکرٹے کے کوئی چیز حائل نہ ہو سکی۔ تو ضرور یہ منق ہے۔ اور جو بانی ہوا اس مجمع کا وہ بھی فاسق ہے۔ ”دکتاب الباعث علی انکار البیوع والحوادث مطبوعہ دہلی ص ۱۸) اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آباد لکھتے ہیں ”ہمارے زمانہ میں لوگوں نے تراویح میں طرح طرح کی بدعتیں نکالیں ہیں جو صحابہ اوتہ البین اور سلف صالحین کے عہد میں نہ تھیں اور لطف یہ ہو کہ ان بدعتوں پر اتنا اصرار ہے کہ اگر کوئی اون سے منع کرے یا اون کو دواہیات کہے تو اس سے لڑے گو مستعد ہوتے ہیں اور سکو دہا بی کہتے ہیں۔ ہمارے مسلمانوں پر مجھ کو رونا آتا ہے۔ انکی حیالت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ان بدعتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہر تردیکھ کے بعد بالکل کم ٹھہرنا۔ لوگوں کو آرام نہ دینا۔ دوسرے تردیکھ کے بعد خواہ مخواہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو لازم جاننا۔ میرے ہر تردیکھ کے بعد بیچ چلا کر بہت بلند آواز سے کہنا کہ نازیوں کے کان بھوٹ جائیں حالانکہ

اتنا چلانے سے آنحضرتؐ نے منع فرمایا جو تھے پہلے تردید کے بعد ابدر محمد مصطفیٰ اور دوسرے کے بعد خلیفہ ابو بکر صدیق اور تیسرے کے بعد عمر فاروق اور چوتھے کے بعد عثمان ذوالنورین اور پانچویں کے بعد علی مرتضیٰ ان بزرگوں کے نام پکار پکار کر لینا یا تحریکِ صلوٰۃ واجبہ کرنا۔ چھٹے و تراویح سے فاسخ ہو کر ایک آدمی کا اذان کے مقام پر کھڑا ہونا اور آدم مصطفیٰ اللہ سے لیکر تا حضرت محمد رسول اللہ تک ہر ایک پر جہر کے ساتھ صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ کہنے یہ باتیں دین میں نہ کہیں نکالیں دین میں جو نئی بات نکالی جائے وہ مردود ہو اسی بات پر بعض ثواب ملنے کے اور عذاب ہو نہکا ورنہ (نوال الصغیاء) ۱۰ ص ۱۲۱

جنابِ المحدث صاحب اب اب ہی انصاف سے فرمائیں کہ غزاداری انسان کے گنہگار اور تباہ دیر بادے عزت و بھرت ہو نہکا سبب قرار پائی یا آپ لوگوں کی بدعتیں تعزیر بنائیں اور دولت کی بربادی کہاں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک قتل اور نفع بخش صنعت مسلمانوں کو حاصل ہو گئی ہو جس سے لاکھوں مسلمانوں کو بیکاری اور گداگری سے نجات ملجائی ہو اور ناقہ کشی سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔ وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول نہیں جاتا بلکہ اس کا سبب جیسا کہ یعنی پیشہ مزدوری صنعت کرنا والے اللہ کے دوست ہیں کیسے تعزیر بنائیں کل دقت ثواب حاصل کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ فساد، بھی تعزیر کیوں سے نہیں ہوتے بلکہ آپ لوگوں کی مخالفت اور اس نور خدا سے عداوت کیسے کیجئے ہوتے ہیں۔ اگر آپ اشتہار بازی چھوڑ دیں۔ تو بے بازی روکنے میں۔ تعزیر کو ناجائز کہنا موقوف کر دیں تو پھر کون کوئی فساد ہو نہیں سکتا اگر آپ نے افعالِ زمانہ غزاداری میں باعث فساد ہوتے ہیں تو اس کی الزام غزاداری پر کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا آپ لوگ جو مسجد رفیق آئین باجہر کہتے اور اس فساد ہوتے ہیں اور رات عدالتوں اور فوجداریوں میں حقیقوں ہابیوں کے مقدمے پہنچتے رہتے اور طرفین میں غریبی بھی ہوتی اور مالی تباہی و بربادی کی نوبت بھی آتی ہو اس کے باعث کسی طرح حنفی حضرات قرار پاسکتے ہیں؟ اگر آپ اسی مسجد و زمین کو آئین باجہر کہنے کا جھگڑا نہ کھڑا کریں تو کیوں یہ سب فساد اسی طرح غزاداری کے ضمن میں دارگاہ اور چلتی کا بھی کوئی واقعہ نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں غیر مرد عورت سب معنوم و مغنوم مصیبت زد و مایوس کناں رہتے ہیں۔ مرد باہر اور عورتوں کے اندر رہتی ہیں

ہیں پھر آوازیں اور بچپنی کیوں ہو گی! بلکہ اس کو ثواب کے ذخیرے جیسا ہوتے رہتے ہیں۔
 بہشت واجب جانی ہے ہاں آپ حضرات کے عرس میلنیں البتہ تمام مسلمان آوازیں اور بچپنی
 کے جیسا رہتے ہیں اچھے اچھے طالب علم جمع ہو کر گاتے بجاتے اور پڑھتے ہیں جتنے دیکھنے کو ہزاروں
 مرد اور عورتیں اُن قبروں پر جمع ہوتی ہیں۔ وہاں نظر بازی ہو نیکی ہو بد وہ سب کچھ ہوتا ہے
 جسے اسلام شرمندہ ہوتا ہے اور اس روضہ کی حاضری کے بعد سب حرام کلام حلال سمجھ لے جاتے
 ہیں۔ حالانکہ یہ عرس بدعت اور ناجائز کہا جاتا ہے۔ جناب مولیٰ وحید الزمان نصاب لکھتے ہیں۔
 ”اس حدیث سے صاف عرس کی ممانعت نکلتی ہے جو ہر زمانہ میں بہت رائج ہو گیا ہے۔
 اولیاء اللہ کی قبروں پر سالانہ جمع کرتے ہیں میلنگاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم
 عمر با حضرت عثمان کا کوئی عرس نہیں کرتا“ (انوار اللعین پارہ ۲ ص ۱۸۷) آپ حضرات عداوری
 کے سلسلہ میں کسی ایک آوازیں اور بچپنی کا بھی ثبوت نہیں دے سکتے لیکن عرس کے سلسلہ میں برابر
 ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ مولیٰ وحید الزمان نصاب لکھتے ہیں ”آنحضرت نے نبوت
 میں کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا صرف اس اقرار لیلیٰ اگر ہمارا زمانہ کے بعضے بظہر دیکھ عورتوں
 سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ ان کو اپنے سے بے پردہ کر لے ہیں۔ اللہ کو تعزیر“ (انوار اللعین پارہ ۲ ص ۱۸۷)
 اور سننے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سالانہ عید کی طرح منع ہو تو دوسرے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے
 قبور پر سالانہ عرس کو عرس کہا کرتے ہیں کیونکہ جائز ہو گئے خصوصاً جب دوسرے بزرگ اور بزرگ
 بھی اس میں شریک ہوں۔ (پارہ ۲ ص ۱۸۷) کیوں جناب! یہ دوسرے بزرگ اور بزرگ کیا ہیں۔ جن کی قبروں
 مولیٰ صاحب کو شرمناک معلوم ہوتی ہے؟ اے حضرت! آپ کو کوئی عید بادیں صرف آوازیں اور
 بچپنی کا ذکر نہیں ہیں بلکہ شرک و کفر کا باعث بھی ہوتی ہیں جو اسلام کے سراسر خلاف ہے
 چنانچہ یہی مولیٰ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں ”اللہ کے قرب پر کھڑے ہونے کے لئے
 غرور مت کرو یہ سمجھا کر کہ ہم بڑے عابد زاہد ہم کو اللہ کا قرب حاصل ہے۔ دوسرے ہم سے خدا
 پر توفیق مست جواد۔ وہ شہنشاہ بے پردہ ہے۔ دم ہمیں تم کو مرودہ کر دینا
 اور جن کو تم بغیر سمجھتے ہو ان کو اپنا قرب عطا فرمایا گیا۔ جان یہ اگر تو تم کو بھی ان
 کے در پر تیس خالق آفرین۔ اب یہ اقوال جو منقول ہیں ان کو ان کے منکرین اور منکرین

پنجہ بایجنہ خدا دارم من چہ پردا مصطفیٰ دارم کفر کے کلمات ہیں اللہ ایسی ہی اویس محفوظ رکھے
(انوار اللغۃ پارہ ۵ ص ۶)

آپ اس کو بھی خیال فرمائیں کہ غزاداری کی وجہ سے مسلمانوں
غزاداری کا احسان عظیم

میں موجود ہے۔ اس وقت تک جس قدر ہندو مسلمان نزاع اور جنگ ہوئی تقریباً سب میں
مسلمانوں کے مقابل بہت زیادہ ہندو تھے اتنے کہ آناً فاناً مسلمانوں کو پیسے رکھتے تھے مگر
مسلمان اپنے شریف فنون۔ گنگا۔ پھری۔ بانک۔ بنوٹ وغیرہ سے اکثر غائب ہوتے یا اپنے
کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ نون اس قدر قیمتی اسلحہ ہیں کہ دس مسلمانوں کو سودو سودو بھی گھر

لیتے ہیں تو مسلمان اپنے کو بچا لیتے ہیں۔ اور یہ فنون ان دنوں صرف غزاداری کی وجہ سے
زندہ ہیں کہ ایام عزائم مسلمان انکی مشق کرتے۔ انہیں محنت ریاضت کرتے اور انکو تازہ کرتے

نوجی طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر غزاداری کی سلسلہ خدا نخواستہ کم ہو جائے تو مسلمانوں سے فنون بھی رفتہ
رفتہ غائب ہو جائیں گے اور پھر ہندوستان کی بھی اس طرح محال ہو جائے گی جس طرح آپس سے

خارج کر دیئے گئے۔ پس اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں باقی رہنے دینا آپ بھی پسند کرتے ہیں تو غزاداری
کو برواق نہ کیجئے۔ اس کی ترقی کی کوشش نہ کیجئے۔ اور مسلمان پر اس کو لازم کر دیجئے پھر دیکھیں مسلمانوں

میں کتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایک مسلمان کتنے کتنے فحاشیوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں
پر رحم کیجئے انکی اس عبادت پر عمل نہ کیجئے جس سے وہ خدا و رسول کو بھی خوش کرتے اور اپنی حفاظت کا بھی

بہتر انتظام سمجھتے اور مشق کرتے رہتے ہیں جنکو دوسری قومیں رشک کی نظر سے دیکھتی اور اس سے
میں ہنر پیدا کرتی سرسوں کو شش کر رہی ہیں۔ نیند نہ تو بہن مالویہ یا ٹاڈا سوچو جو مراد ہندو کو

مسلمانوں کے ان فنون کے سیکھنے کی جتنی تاکید کرتے رہتے ہیں اس کی جتنی سخت ڈانٹیں کیوں نہ کر اس
سے کردہ دیکھتے ہیں ان فنون کی وجہ کہ انکم تعداد کے مسلمان بھی یاد دے زیادہ ہندو سے خوف

لے یہ حضرات اہلسنت کے پیرمیاں لوگوں کے اقوال ہیں معنی یہ ہیں کہ میرا درجہ تو محمد (حضرت رسول خدا)

سلم کے وجہ سے بھی بلند رکھنا چاہتا ہوں تو اپنا پیغمبر کے پیغمبر سے ملتا رہتا ہوں۔ پھر مجھے مصطفیٰ
حضرت رسول خدا کی کیا راہ ہے (مسائل) حضرات اہلسنت حضرت رسول خدا کی کس درجہ نہیں اور تزلزل کرتے

رہتے ہیں کراچی آری یہ بھی نہ کرتے ہوں گے۔ ۱۲ منہ۔

میں نہیں کھاتے۔ سولہ ماہ میں چوتھے اور نزار کے وقت ان سے زبردست وقفاصل کیے گئے۔

تختہ مومنا

(ربط کیلئے اصلاح کا پچھلا نمبر ملاحظہ ہو)

اس طول بیان سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ فاطمہ بنت اسدؓ
 اُس خاندان میں تھیں جو ابتدا سے موحد اور دین اسلام کا عامل
 تھا۔ پس اگرچہ کتب اہلسنت سے خاصکر فاطمہؓ کے دین قبل از
 اسلام ظاہری کاپتہ نہیں چلتا۔ لیکن عقل سلیم حکم کرتی ہے کہ آپ
 اُسی ملت پر تھیں جس کو دوبارہ جناب رسالتؐ صلی اللہ علیہ وسلم لیکر تشریف
 لائے۔ اور احادیث ائمہ طاہرینؑ تو اس پر نص ہیں۔ بلکہ خود جناب
 فاطمہؓ نے اُس کو اقرار لیا ہے۔ چنانچہ وقت ولادت میں اب امیرؑ کے حالات
 میں علامہ ابن شہر آشوبؒ علیہ الرحمۃ مناقب ص ۱۳۳ میں لکھتے ہیں۔
 فلما قریت ولادت انت فاطمة الی بیت اللہ وقالت ربّ الی مومنة
 بک وبما جاء من عندک من مائل وکتب مصلیٰ قد بکلام جدّی
 ابراہیم بنی النبیؐ بناخذ الی بیت رحمتی المولود الی فی بطنی
 لما لیست علی ولادتی فالفتح البیت ورحلت فیہ یعنی جب
 جناب امیرؑ کی ولادت کا وقت قریب پہنچا تو جناب فاطمہ خاتہ کعبہ
 کے پاس آئیں اور کہا ”پروردگار میں تجھ پر اور جو پیغمبر اور کتابیں
 تیرے یہاں سے نازل ہوئی ہیں اُن پر ایمان لائی ہوں۔ اپنے
 جد ابراہیمؑ کے کلام کی تصدیق کر چکی ہوں۔ پس جس نے اس خانہ کعبہ
 کو بنایا ہے اُس کے حق کا کچھ نہ رہا سطرہ ہے اور جو مولود میرے
 بطن میں ہے اُس کے حق کا بھی نہ رہا سطرہ ہے کہ فصیح کل کو خبر آسان کیے“

یہ دعا بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دیوار خانہ کعبہ شق ہو گئی اور فاطمہ اسمیں داخل ہو گئیں۔ اس بیان سے جناب فاطمہ کے ایمان کی حالت کسی پر مخفی نہیں رہتی بلکہ آپ کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایمان و عرفان کے بھی اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں اور حاصل امتیاز آپ کو حاصل تھا جس کا اثر یہ تھا کہ آپ کے قلب میں معرفت اور نوافیت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے تو اس نور رسالت کو فوراً پہچان گئیں۔ جو بے معرفتہ والوں کو نظر نہ آ سکا۔ چنانچہ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ”جب آمنہ بنت وہب مادر جناب رسالت اب کو در درہ شروع ہوا تو فاطمہ بنت اسد آپ کے پاس آئیں اور جب تک آنحضرت صلعم پیدا نہ ہوئے اس وقت تک برابر آمنہ کے پاؤں ہی رہیں۔ پس جب آنحضرت متولد ہوئے تو آمنہ نے فاطمہ سے اور فاطمہ نے آمنہ سے کہا کہ کیا تم وہ چیز دیکھتی ہو جو میں دیکھتی ہوں؟ ایک نے دوسری سے سوال کیا کہ تم با دیکھتی ہو؟ ہر ایک نے جواب دیا کہ یہ روشن اور نظروں کو خیرہ کر دینا اور جو مسفرق سے مغرب تک پھیل گیا ہے یہ دونوں بیبیاں یہی گفتگو کر رہی تھیں کہ جناب ابوطالب تشریف لائے اور ان دونوں کو شجب دیکھ کر استفسار کیا کہ تم لوگ کس چیز پر متحیر ہو رہی ہو؟ فاطمہ بنت اسد نے کہا کہ یہ نور تمہیکر جو اس بچہ کے پیدا ہونے سے نمایاں ہوا ہے۔ اس کے برابر میں ابوطالب نے فاطمہ سے کہا تم کو میں ایک اور خوشخبری سنائی دے گی جو چاہو وہ کیا؟ کہا تمہارے بطن سے بھی ایک ایسے ہی نور والا فرزند متولد ہوگا۔ جو اس مولود نبی کا دھی ہوگا۔ اس روایت سے علاوہ

مرعائے مذکور کے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جناب ابو طالب اگر حیرانی نہ تھے مگر ایسے مرتبہ پر فائز تھے کہ آپ کو اپنی روحانی قوت سے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی مرسل ہونا اور اپنے فرزند علی کا انکا وصی قرار پانا قبل ہی سے معلوم تھا۔ اسی سبب جناب ابو طالب نے ہر لحظہ ہر موقع اور ہر حالت میں آنحضرت صلعم کی نہایت درجہ حفاظت کی ہے۔ حتیٰ کہ بوقت وفات عبدالمطلب کل چچاؤں پر آپ نے سبقت کی کہ اس نور الہی کی حفاظت بوجہ اتم انجام پائے اور جب جناب میرٹ پیدا ہو چکے تو حضرت کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اور ہر موقع پر تاکید کرتے رہے کہ محمد (صلعم) کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا جو کہیں اس کی تعمیل کرنا جو کس اور اس کی تقلید کرنا۔ اور نتیجہ سے بھی مطلع کرتے رہے کہ محمد کی معیت اور پیروی میں ہم ہمیشہ خیر ہی حاصل کرو گے۔ اور صراط مستقیم ہی پر رہو گے۔

بیشک اسلام کا اظہار زبان سے بھی ہوتا ہے لیکن قلب جوارح سے جیسی اس کی شہادت ملتی ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی زبان سے نکل نہیں پس بعض فرق اسلام کے مسلک کی بنا پر اگر یہ غلط امر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابو طالب نے زبان سے اسلام کا اقرار نہیں کیا تاہم ابو طالب کے حرکات و سکنات رفتار و گفتار آنحضرت صلعم کی ولادت سے اپنی وفات تک ایسے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ہیں جن کے ایک لیک جزو میں سلام و ایمان کی روشن لمعات اس تیزی سے چمکتی نظر آتی ہیں کہ شبہ و شک کی تاریکی سے ذرہ بھی دھندلی نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ہم لوگوں کے ایمان سے کہیں زیادہ ان کا کفر و معاذ اللہ مستحق ہے مصداق ایمان

ہونے کا جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں ”جس وقت پیغمبر صاحب اسلام کی منادی شروع کی اُن کے چچا ابو طالب زندہ تھے اور گونڈا ہر اوصافوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر وہ دل سے پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر اور اسلام کو خدائی مبین سمجھتے تھے اور اگر وہ کافر بھی تھے جیسا کہ بعض تشدد خیال کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک اسلام ہم لوگوں کے اسلام سے اُن کے کفر کا بہت زیادہ ممنون ہے۔ اہی صدقہ اپنے پیغمبر کا ابو طالب جیسی ہمدردی ہم کو نصیب ہماری نسل تک نصیب۔“

آنحضرت کی کفالت اگرچہ کتب سیر و تاریخ میں اکثر ہی مرقوم ہے کہ جناب عبدالطلب نے اپنی وفات کے وقت آنحضرت صلعم کو آپ کے شفیق اور فدائی چچا ابو طالب کے دالہ کیا اور آپ ہی ہر طرح حفاظت کرتے رہے لیکن جو معرفت ابو طالب کے دل میں تھی وہی جناب فاطمہ کے حصہ میں بھی آئی تھی۔ پھر آؤ دیکھیں کہ دونوں کے برتاؤ میں کتنی قسم کا فرق بھی ہوا۔ پہلے نبی و جناب فاطمہ کا بیان سنو۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ عبدالطلب پر آثار موت ظاہر ہوئے تو اپنے لڑکوں کے کہا کہ محمد کی کفالت کون کرے گا سب نے کہا وہ ہم سب لوگوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ پس انھیں سے کہئے کہ کسی کو پسند کر لیں اس پر عبدالطلب نے کہا محمد! تمہارا دادا تو قیامت تک کے لئے رخصت ہوتا ہے تو تم اپنے چچا اور بھوپو بھی

سے کسی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہو؟ محمد نے سب کی طرف
 نظر کی پھر دوڑ کر ابو طالب کے پاس آگئے۔ یہ دیکھ کر عبد المطلب نے ابوطالب
 سے کہا ”ابو طالب! میں تمہاری دیانت اور امانت سے اچھی طرح
 واقف ہوں پس تم بھی محمد کے لئے ویسے ہی ثابت ہونا جیسا میں
 رہا ہوں۔“ پھر جب عبد المطلب کا انتقال ہو گیا تو ابو طالب نے محمد کو اپنے
 متعلق لے لیا اور میں آپ کی خدمت کرنے لگی۔ اس شفقت کے سبب
 محمد مجھے ہاں پکارا کرتے۔ اور میرے مکان کے باغ میں خرے کے چند
 درخت تھے۔ اور ابھی شروع شروع میں اُس کے خرے پختے تھے۔ محمد کے
 ساتھی چالیس لڑکے ہر روز اُس باغ میں آکر ٹپکے ہوئے خرمن کو
 چن لیا کرتے اور ہر ایک کی تعداد تھی کہ دوسرے جیتتا لیکن محمد کو
 میں نے کبھی بھی نہ دیکھا کہ کسی لڑکے کے ہاتھ سے کوئی خرمن لینا
 جاتا ہو اور ہر روز میں ایک شست سے زیادہ خرے چن کر محمد کیلئے رکھ
 لیا کرتی۔ اسی طرح میری کنیزیں بھی جیتیں۔ ایک روز ایسا اتفاق
 ہوا کہ میں اور میری کنیزیں خرما چٹنا بھول گئیں اور محمد سو رہے
 تھے۔ اس اثنا میں لڑکے داخل ہوئے اور کل ٹپکے ہوئے خرے
 لیکر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر میں سو رہی اور محمد کی شرم سے اپنے منہ
 پر اپنی آستین رکھ لی کہ ناگاہ محمد بیدار ہوئے اور باغ میں گئے
 وہاں زمین پر کوئی بھی خرمن نہ ملا تو وہاں آئے۔ ایک کنیز نے اُن سے
 کہدیا کہ آج ہم لوگ خرما چٹنا بھول گئے اور لڑکے آکر کل خرے لے گئے
 یہ سن کر محمد باغ میں دوبارہ گئے۔ ایک درخت کی طرف اشارہ کیا اور کہا

اے درخت! میں بھوکا ہوں۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ دیکھا میں نے فوراً اس درخت نے اپنی باردار شاخوں کو جھکا دیا اور محمد نے جس قدر چاہا اُس کھا لیا۔ پھر وہ شاخ بلند ہو گئی۔ میں یہ دیکھ کر نہایت درجہ متحیر ہوئی اور ابوطالب باہر گئے ہوئے تھے اور ہر روز جب وہ آکر دروازہ کھٹکتا تو میں اپنی کینزوں کو کھولنے کیلئے اکہد یا کرتی تھی۔ لیکن اس روز ابوطالب نے آواز دی تو میں ننگے پیر دوڑی ہوئی گئی دروازہ کھولا اور اُس روز کے عجیب و غریب واقعہ کو اُن سے بیان کیا جس پر انھوں نے کہا یہ فرزند بنی ہوگا۔ اور حالت یاس میں تھا اے بطن سے اس کا وزیر پیدا ہوگا۔ پس واقعی علی میرے بطن سے پیدا ہوئے۔ جناب عبدالمطلب کو کس درجہ محبوب رکھتے ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔ مشہور مورخ ابن اثیر جزیری اُس لفظ جلد اول میں آنحضرت کے حالات میں لکھتے ہیں ”عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سایہ میں فرش بچھا یا جاتا تھا اور اُس پر اُن کے بیٹوں میں سے کوئی نہ بیٹھتا تھا محض ان کی تعلیم کی غرض۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اُسی پر بیٹھتے۔ پس آپ کے چچا آپ کو ہٹانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے کہ میرے بیٹے کو یہیں بیٹھا رہنے دو کہ میرے اس فرزند کی بڑی شان ہو“ اعلیٰ کے مقابلہ میں ابوطالب کی محنت کی یہ حالت تھی۔ محقق دہلوی اپنی مارج النبوة جلد ۲ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں ”ابوطالب باقصر الغایۃ واحسن وجہ محافظت قبل از ظہور نبوت وبعد از ان بتقدیم رسانید

و بے وسے طعام نمی خورد و جامہ خواب آنحضرت پہلوے خود راست می کرد و درون و بیرون خانه اور اہل راہ داشتے۔ اور جب قریش کے کفار ابوطالب آنحضرت کو لیکر شعب میں پناہ گزیں ہوئے ہیں وہ انکی حالت کا نقشہ صاحب سیرۃ حلبیہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں ”ابوطالب ہر شب آنحضرت کو اپنے فرش پر سلاتے پھر جب کچھ رات گزر جاتی اور سب لوگ سو جاتے تو آپ کو دوسری جگہ لجا کر سلاتا اور پہلی جگہ پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو اس خون سے سلاتے کہ قریش کہیں جگہ ہجرت نہ کر گھس اور آنحضرت کو ہلاک نہ کر ڈالیں پس وہ اگر ایسا قصد کریں تو دھوکا کھا کر بجائے محمد کے میرے فرزند کو ہلاک کر ڈالیں اور محمد محفوظ رہیں۔“ اور فاطمہ بنت اسد کی محبت اُن الفاظ سے ظاہر ہوگی جن کو خود آنحضرت وقت وفات بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں۔ یا اُمّی کنت اُمّی بعد اُمّی جموعین و تشبعینی و تدرین و تکسینی و تمنعین لنفسک طیب الطعام و تطعمنی و تودین بذلک و جہد اللہ الدار الاخرۃ یعنی اے مادر گرامی آپ میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں ہیں آپ خود بھوکے رہتیں اور مجھے سیر کریں۔ خود تنگی رہتیں اور مجھے کھانا پہناتے اپنے اور اچھی غذا احرام کرتیں اور مجھے کھلاتیں اور ان سب سے آپ تنگی و غم و رنج و خوشنودی خدا تعالیٰ۔ اگرچہ واقعہ وفات جناب فاطمہ سے متعلق ہے لیکن یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ فاطمہ جناب عبد المطلب و ابوطالب سے بھی زیادہ آپ پر بیوقوف تھیں۔ اور آپ آنحضرت کو اپنے دل کوں بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتیں۔ ان حالات کے بعد یہ کہنے میں ذرہ مبالغہ نظر نہیں آتا کہ ابوطالب نے آنحضرت کے ساتھ وہ کیا جو باپ نہیں کرتے۔ فاطمہ بنت اسد نے وہ کیا جو باپ نہیں کرتیں اور علی ابن ابیطالب نے وہ کیا جو حقیقی بھائی یا بی فرزند بھی نہ ہو گا انحال

اسلام | اسلام کی تحقیق ہو چکی ہو کہ جناب فاطمہ کا خاندانی اور ذاتی مذہب بنی برہنہ
 تھا جس کا خود انھوں نے بھی اعتراف کیا ہو۔ اور جب آنحضرت مبعوث
 برسالت ہوئے تو فاطمہ بھی فوراً اسلام لائیں چنانچہ آپ کے اسلام پر عروسی
 شیعہ متفق ہیں اور انھیں گلیان ہو کہ جو عورتیں سب پہلے مسلمان ہوئیں اور انکی ہنر
 میں جناب خدیجہ کے بعد جناب فاطمہ کا نام ہی علامہ ابو الفرج اصعہانی مقابل الطالین
 ص ۱۱ میں لکھتے ہیں فاطمہ بنت اسد اور کت الہندی فاسلت وحسن اسلھا کانت
 فاطمہ بنت اسد علی حادیۃ عشر یعنی فی السبقۃ الی الاسد و کانت بدلتہا من
 بن العوام قال سمعت النبی یلعو النساء الی البیۃ ھین اذ نزلت ھذا الایۃ یا ایھا
 اذا جاءک المؤمنات یتبعنک فاطمہ بنت اسد اول ام لہ بالیت رسول اللہ صلی
 علیہ وآلہ یعنی فاطمہ بنت اسد آنحضرت کا زمانہ دیکھا اسلام میں ان کی اسلام ہوا
 مدوح ہو جو لوگ سب پہلے اسلام لائیں آپ گیا یہ یوں نہ ہو کہ یقین جنگ میں شریک نہ
 زبیر بن عوام کہتا ہو کہ جب یہ آیا اھا النبی اذا جاءک المؤمنات یتبعنک مازل ہونی
 اور میں نے آنحضرت کو سنا کہ اپنی بیعت کی طرف دعوت دے رہی ہیں تو فاطمہ بنت اسد پہلی عورت
 تھیں جنھوں نے آنحضرت کی بیعت کی اور علامہ ابن ابی الحدید جرح ابن ابی ہاشم میں لکھتے ہیں
 اسلمت فاطمہ بنت اسد عشر من المسلمین وكان رسول الله يكرها ويعظمها ويدعوها
 وفاطمة اول ام لہ بالیت رسول الله من النساء یعنی فاطمہ دس سالوں کے بعد اسلام لائیں
 آنحضرت آپ کی نہایت تکریم و تعظیم کرتے اور پکارا کرتے۔ یہ پہلی عورت ہیں جس نے آنحضرت
 کی بیعت کی اور علامہ بن صباغ مالکی فصول مہمہ میں لکھتے ہیں فاطمہ بنت اسد
 ابن ہاشم بن عبد منات تلتبع ہی وابوطالب ہاشم ثم اسلمت وھا جر مع نبی
 و کانت فی السابقات الی الامان بمنزلۃ الام من النبی یعنی فاطمہ اسلام لائیں اور آنحضرت
 کے ہمراہ ہجرت کیا سب پہلے ایمان لایں والوں میں تھیں اور آنحضرت کیلئے بمنزلاں کے رہیں۔

جلد ششم

آپ کو معلوم ہے کہ جناب محسن الملک نواب مہدی علی خاں حساسیابی نے
 علی گڑھ کالج کے تحفہ آٹھ عشرہ کی طرح ایک کتاب آیات بینات شیعوں
 کے خلاف لکھ کر مذہب اہلسنت کی حمایت میں جان توڑ کوشش کی تھی اگرچہ
 اس کے کئی جواب ہوئے مگر جو خوبی نواب صاحب کے حقیقی بھائی جناب
 مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب حیدر آباد دکن
 ایدہم اللہ کے متعلقہ جواب ”آیات محکمات“ میں ہے وہ ہر شخص کو
 جواب کا فریقہ کر دیتی ہے۔ دو حصے اس کے شائع ہو چکے
 پہلا حصہ تو ختم ہو گیا۔ دوسرا بھی چند نسخہ رہ گیا ہے جس کی
 قیمت صرف للجر ہے۔ اس کے منگوانے میں جلدی کیجئے۔ دوسرے
 اس کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ تیسرا حصہ بھی چھپ رہا ہے۔ اس
 جلد میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے اور علمائے کرام نے اس
 پوری کتاب کی بڑی مدح و ثنا کی ہے۔ چھپائی، لکھائی،
 کاغذ سب بہت اعلیٰ اور دیدہ زیب ہے۔ ضخامت بڑی
 تقطیع کے ۵۰ صفحے۔ بس فوراً کارڈ بکھریجئے۔ کیونکہ ایسی
 قیمتی کتاب کا دوبارہ چھپنا بہت مشکل ہوگا
 ملنی کا پتہ

جناب مولوی امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار یاب منیر چاؤر
 حیدر آباد دکن

۱۹ طبر ۱۳۲۱

(سید محمد جعفر نے نظر پڑنے پر اصلاح میں چھاپ کر دفتر اصلاح کو بھیج دیا)

